سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر بن الولید اموی سے ان کا کچھ تنازعہ تھا۔ وقد قدم زید بن علیؑ علی امیر المومنین فی خصومۃ عمر بن الولید ففصل امیر المومنین بینھما (طبری ج ۸ ص ۲۶۰)
امیر المومنین کے فیصلے سے زید مطمئن نہ ہوئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ خالد بن عبد اللہ القسری کا مال عُنہ سے معزولی کے وقت زید اور داؤد بن علی عباسی کی تحویل میں تھا جس کی وجہ سے دونوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ یہ امر بھی موجب ناراضی تھا۔ جسمانی اعتبار سے لحیم شحیم سانولے رنگ کے تھے؛ رنگ اور جثہ اپنی والدہ ماجدہ سے پایا تھا جو جیدان نام ام ولد سندھن تھیں (المعارف ابن قتیبہ ص ۹۴ و طبری ج ۸ ص ۲۶۰)
امیر المومنین کی خدمت میں بالائی منزل پر جانا پڑا۔ زینہ پر چڑھتے ہوئے سانس پھول گیا۔ خلیفہ نے عزت و اکرام سے اپنے پہلو میں بٹھایا، جس کو غالی راویوں نے مسخ کرکے بیان کیا ہے۔ دیگر افراد بنی ہاشم کی طرح زید کو بھی معقول رقم وظیفہ کی ملتی تھی۔ انہوں نے مقررہ رقم سے زائد کئی لاکھ درہم ادائیگی قرضہ کے لئے طلب کئے۔ امیر المومنین ہشامؒ طبعاً کفایت شعار تھے، اپنے عہد خلافت میں وظائف کے دواوین (رجسٹر) اس عمدگی سے مرتب کئے تھے کہ جب شروع عہدِ خلافت عباسیہ میں شام کے گورنر عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ بن العباسؓ نے خلفائے بنی امیہ کے دواوین جمع کرائے تو ان سب میں پبلک اور سلطنت دونوں کے مفاد کے لئے بہترین رجسٹر خلیفہ ہشام کے پائے گئے۔ خلیفہ موصوف نے زید کا مطالبہ یہ کہہ کر نامنظور کر دیا کہ کہاں تک آپ کو بھاری رقمیں دی جائیں، اپنے وظیفہ کی رقم پر اکتفا کیجئے۔ حصول مقصد میں ناکامی کے باعث مزاج میں اور برہمی پیدا ہوئی، کچھ عرصہ بعد سبائی کوفیوں کی فتنہ پرداز جماعت نے چالیس ہزار کوفیوں کی بیعت کا وعدہ کرکے حصولِ خلافت کا سبز باغ دکھایا اور خروج پر آمادہ کر لیا۔ عزیزوں ہمدردوں نے بہت کچھ سمجھایا اور اس غلط اقدام سے باز رکھنے کی کوششیں کیں۔ داؤد بن علی بن عبد اللہ ابن العباسؓ نے جو ابن عم ہونے کے علاوہ ان کے گہرے دوست بھی تھے، کوفیوں کی غداری کی مثالیں پیش کیں اور کہا:-

"کیا یہ وہی لوگ نہیں ہیں جنہوں نے تمہارے جد امجد علیؓ بن ابی طالب کا جو تم سے بدرجہا بہتر تھے، ساتھ چھوڑ دیا تھا اور قتل کرا دیا تھا؟ کیا یہ وہی لوگ نہیں جنہوں نے حسن بن علیؓ سے پہلے بیعت کی پھر ان ہی پر حملہ آور ہوئے، ان کی گردن سے چادر تک گھسیٹ لی، خیمہ ان کا لوٹ لیا اور زخمی کیا؟ کیا یہ وہی لوگ نہیں جنہوں نے خود تمہارے دادا حسین بن علیؓ کو تحریر بھیجکر، قسمیں کھا کھا کر اور وفاداری کے حلف اٹھا کر خروج پر آمادہ کیا، پھر ان ہی سے غداری کی، یہاں تک کہ ان کو بھی مع ساتھیوں

کے قتل کرا دیا، پس تم تو ایسا مت کرو، ان کے ساتھ مت جاؤ"۔
(طبری ج ۸ ص ۲۶۵)

لیکن زید نے مخلص عزیزوں اور دوستوں کی باتوں پر مطلق دھیان نہ دیا۔ اور ایک ایسے خلیفہ کے خلاف خروج کرنے پر آمادہ ہوگئے جو خونریزی پسند نہ کرتے تھے۔ وکان ھشام من اکرہ الناس لسفك الدماء (البدایہ والنہایہ ج ۹ ص ۳۵۲) جناب زید اور ان کے ساتھیوں کی اس بغاوت کے فرو کرنے کے لئے جو حکم نامہ عاملِ عراق کو بھیجا تھا۔ اس میں صاف تحریر تھا کہ:-

"ان پر (یعنی زید اور ان کے ساتھیوں پر) اتنا زور ڈالنا اور تکلیف دینا کہ وہ لوگ وہاں سے اس طرح نکل جائیں کہ سب سلامت رہیں، خون نہ بہنے پائے اور عوام الناس کو امن و چین حاصل ہو، یہ باتیں مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہیں کہ ان کا خون بہے، ان کی بات بگڑ جائے اور ان کی نسل مٹ جائے۔ جماعت اللہ کی مضبوط رسی ہوتی ہے"۔

اس حکم میں خاص ہدایت یہ بھی تھی کہ سپاہیوں کو ممانعت کردو کہ باغیوں کے گھروں، اور احاطوں کے اندر داخل نہ ہوں۔ ونھیك ان ینزلوا حریمھم ودورھم (طبری ج ۸ ص ۲۶۶)
مگر جناب زید کے ساتھیوں نے حملہ میں پیش قدمی کی، سرکاری فوج کے جوابی حملہ سے ان کی پیشانی پر تیر آکر لگا جس سے جانبر نہ ہوسکے۔ ساتھی لاش اٹھا کر لے گئے اور ایک گڑھے میں دفن کر دیا۔ سبائیوں نے ان کو بھی جنہوں نے متفق علیہ خلیفہ کے خلاف اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے بغاوت کی اور خروج عن الجماعت کا ارتکاب کیا تھا، شہید سے ملقب کرکے "زید الشہید" کہنا شروع کیا اور ان کی تقدیس میں حدیثیں وضع کر ڈالیں جن میں سے ایک اکذب الاحادیث یہ ہے:-

اخرج الحافظ عن حذیفۃ بن الیمان ان النبی نظر الی زید بن حارثۃ فقال المقتول من اھل بیتی سمی ھذا والمقتول فی اللہ والمصلوب من امتی سمی ھذا واشار الی زید بن حارثۃ ثم قال: ادن منی یا زید زادك اللہ حبا عندی فانك سمی الحبیب من ولدی زید (صحیح الاسلام الشاشبی بحوالہ تاریخ ابن عساکر)

حافظ نے حذیفہ بن الیمان سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم کی نگاہ (حضرت) زید بن حارثہ کی طرف اٹھی تو فرمایا میرے اہل بیت میں سے ایک مظلوم کا نام یہی ہوگا۔ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے اور میری امت میں سے سولی پر لٹکائے جانے والے کا یہی نام ہوگا۔ زید بن حارثہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، زید مجھ سے قریب تر ہو جاؤ، تمہاری محبت (میرے دل میں) اور زیادہ کرے کیونکہ تمہارا نام میری اولاد میں سے ایک پیارے بیٹے زید کا ہے۔

واضح رہے کہ یہ زید بن حارثہؓ جن کا اس وضعی حدیث میں ذکر ہے۔ رسول اللہ صلعم کے محبوب و متبنیٰ اس زمانہ سے "زید بن محمدؐ" اور "حب رسول اللہ" کہلاتے تھے، جب حضرت فاطمہؓ کی ولادت میں کئی برس کی مدت باقی تھی چہ جائیکہ ان کی شادی یا ان کی اولاد کے ہونے نہ ہونے کا کوئی خیال یا ذکر ان کے عالم وجود میں آنے سے پہلے یا بعد میں اس طور سے کیا جاتا جیسا اس وضعی حدیث میں کیا گیا ہے کس قدر بعید از قیاس ہے۔

جناب زید کے لاشہ کے سولی پر لٹکائے جانے یا سر کاٹ کر امیرالمومنین ہشامؒ کے پاس بھیجے جانے کی روایتیں سبائیوں کی وضع کردہ محض بے اصل ہیں۔ کبھی تو یہ کہا ہے کہ زید کا سر خلیفہ کے پاس دمشق بھیجا گیا، شہر کے دروازہ پر آویزاں رہا، پھر فرمایا ہے کہ مدینہ بھیجا گیا جہاں دفن ہوا۔ کبھی بیان ہوا ہے کہ مصر بھیجا گیا، جہاں جامع ابن طولون کے پاس سپرد خاک کیا گیا۔ روایتوں کا یہ تخالف و تضاد ہی ان کے وضعی ہونے کی صاف دلیل ہے؟ جب جہاد کے ذاتی مقصد کے لئے نبرد آزمائی میں جو مارا جائے اس کو "شہید" قرار دینے کے لئے اسی قسم کی روایتیں گھڑی جاتی رہی ہیں۔

جناب زید کے تین بیٹے تھے یعنی یحییٰ (جن کا ذکر آگے آتا ہے) ابوالحسین عیسیٰ حسین بن زید کے بھی بیٹے اور آٹھ بیٹیاں تھیں جن میں سے ایک بیٹی جو ان کی زوجہ خدیجہ بنت عمر بن علی بن حسینؓ کے بطن سے تھیں۔ امام محمد بن ابراہیم الامام عباسیؒ کے عقد میں تھیں (ص ۷۶ کتاب نسب قریش)

جناب زید نے شیخین (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) کی بزرگی و فضیلت اور ان کے احترام و محبت کا اقرار کیا تھا اس لئے ان کے ساتھیوں کی ایک جماعت نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تھا جن کو خود انہوں نے رافضی کہا۔ ان کی نسل کے بعض اشخاص طبرستان میں عرصہ تک حکمراں رہے اور اب بھی یمن میں زیدی خاندان حکمراں ہے۔ ہندوستان کے مشہور شیخ طریقت الشیخ یوسف راجو قتالؒ متوفی ۷۲۱ھ کا سلسلہ نسب بھی جناب زید سے متصل کیا جاتا ہے۔ شجرۂ نسب میں غلطی سے یحییٰ بن زید کی اولاد میں لکھا ہے حالانکہ یحییٰ مذکور کے اولاد نرینہ نہ تھی۔ ان کے علاوہ سید محمد گیسو دراز مدفون گلبرگہ (دکن) اور ہندوستان کے بعض قدیم خانوادہائے مشائخ و علما نیز خاندان صدر جہاں قنوجی و زیدیان سنبھل و سامانہ و زیدیان رسولدار اور بعض خاندان سکنہ اضلاع بجنور و مرادآباد وغیرہ جناب زید کی نسل سے بتلائے جاتے ہیں۔

۳۔ سے جناب زید بن علی (زین العابدینؒ) کے منجملہ تین بیٹوں کے ایک یحییٰ تھے جو اپنے والد کے خروج کے وقت ان کے ساتھ تھے۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً بیس برس کی تھی۔ خروج کی ناکامی اور والد کے

مقتول ہو جانے پر اس ہاشمی نوجوان کو ایک اموی خلیفہ زادہ۔ الحکم بن بشر بن مروانؓ نے اپنے پاس پناہ دی (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص۹۰) مگر کچھ عرصہ کے بعد سبائیوں نے ان کو بھی ورغلانا شروع کیا، کوفہ سے خراسان چلے گئے۔ وہاں کے گورنر نصر بن سیار نے گرفتار کرالیا لیکن خلیفہ الولید کے حکم سے رہا ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد خراسان ہی میں خروج کرکے مقتول ہوئے۔ ان کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ صرف ایک بیٹی تھی جو بچپن ہی میں فوت ہوگئی تھی۔ تقریباً سو سال بعد حبشیوں کے سردار نے جو عبدالقیس کے قبیلہ سے تھا، یحییٰ مذکور کی اولاد میں ہونے کا دعویٰ کرکے بغاوت کی تھی جس کا حال اپنے محل پر آگے آتا ہے۔

۴۔ سے عبداللہ بن معاویہ جعفری کے خروج کو بھی ایک شیعہ فرقہ نے "جہاد" سے تعبیر کیا، ان کو "مہدی" کہا اور ان کے ظہور کے منتظر رہے۔ ولہ شیعۃ ینتظرونہ۔ علامہ ابن حزم نے ان کے متعلق کہا ہے۔ کان غایۃ فی الفسق (بڑے فاسق تھے) یحییٰ ابن مطیع و عمارہ بن حمزہ جیسے دہریوں سے ان کا بہت ربط ضبط تھا (البدایہ والنہایہ ج۱۰ ص۳۳ وجمہرۃ الانساب ابن حزم ص۶۱) خروج کی ناکامی کے بعد مختلف علاقوں میں چھپتے پھرے۔ آخر میں ابومسلم خراسانی نے گرفتار کرکے قید میں ڈال دیا۔ مولف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب کے بیان کے مطابق ہرات میں فوت ہوئے جہاں ان کی قبر ہے جس کو مولف مذکور نے ۷۷۶ھ میں دیکھا تھا۔ ان کا ایک بیٹا جس کا نام ان کے والد کے نام پر معاویہ تھا۔ شر اور فساد میں اپنے باپ کے قدم بقدم تھا و کان لہ ابن اسمہ معاویۃ نظیرہ ابیہ فی الشر (جمہرۃ الانساب ص۶۱) اس قماش کے شخص کو بھی غالی راویوں نے تقدیس کا جامہ پہنانے کی کوشش کی ہے اور شہید کہا ہے۔

نمبر شمار	کس نے خروج کیا	کب اور کہاں کیا		کس خلیفہ کے خلاف کیا
۵	عیسیٰ بن زید بن علی (زین العابدین)	۱۳۸ھ	کوفہ	امیرالمومنین ابوجعفر المنصور عباسیؒ
۶	محمد الارقط بن عبداللہ بن حسن بن الحسن بن علیؓ	۱۴۵ھ	مدینہ	"

۵ لہ ابومسلم خراسانی کے تمرد و سرکشی کی بنا پر جب اس کو قتل کرادیا گیا، اس کے ہواخواہوں کی مدد سے عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسینؓ نے کوفہ کے نواح میں انقلاب سلطنت کے لئے

خروج کیا الامامۃ والسیاسۃ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ ان کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار انقلابی جماعت ہو گئی تھی (ص۱۷۵) شاید یہ تعداد مبالغہ آمیز بیان کی گئی ہے، کیونکہ بہت جلد ان کو ہزیمت ہو گئی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عیسیٰ بن زید مذکور محمد الارقط و ابراہیم کی بغاوتوں میں ان کے ساتھ رہے تھے۔ ناکامی کے بعد چھپتے پھرے امیر المومنین المنصورؒ نے جب سب لوگوں کے قصور معاف کر دیئے تھے اور امان دیدی تھی۔ یہ برابر چھپے رہے اور اسی حالت میں امیر المومنین موسیٰ الہادیؒ کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ مرتے وقت اپنے دو خوردسال بیٹوں کے لئے وصیت کر گئے کہ ان کو عباسی خلیفہ کے پاس پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ ان کے رفیق حاضر نام ان بچوں کو لے کر امیر المومنین کے پاس حاضر ہوا، اور ان کے انتقال کی خبر سنا کر کہا یا امیر المومنین انہ ترك طفلين ولم يترك عن هما شيئاً واوصانی ان اسلمهما اليك فامر الهادی باحضارهما فادخلا عليه فوضعهما على فخذه وبكی بكاءً شديداً (ص۲۷۹ عمدۃ الطالب) یعنی اے امیر المومنین انہوں نے (عیسیٰ بن زید نے) یہ بچے چھوڑے ہیں اور ان کے لئے کوئی شے نہیں چھوڑی، انہوں نے (مرتے وقت) مجھے وصیت کی تھی کہ ان بچوں کو آپ کے پاس پہنچا دوں۔ اس پر خلیفہ الہادیؒ نے ان بچوں کو سامنے بلوایا جب وہ آئے انہیں اپنے زانو پر بٹھایا اور (عیسیٰ بن زید) کی موت پر گریہ و بکا کیا خلیفہ نے ان بچوں کا وظیفہ مقرر کر کے بغرض پرورش اہل خاندان کے پاس بھیج دیا۔

۶۔ لقب ان کا الارقط تھا۔ علامہ ابن حزمؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔ هو القائم بالمدينة وملقب الارقط ص۴۱ جمہرۃ الانساب) انہوں نے مدینہ میں خروج کیا۔ لقب ان کا ارقط تھا۔ بڑے بہادر و شجیع اور نڈر تھے سیاسی چالیں خوب جانتے تھے۔ یہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے سیاسی مقاصد کے لئے اپنے کو "مہدی" کہا اور کہلوایا۔ سبائیوں نے ان کے خروج کو بعد میں بہت شہرت دی اور وضعی حدیثوں اور روایتوں کے ذریعہ "النفس الذکیہ" ان کا لقب رکھا اس لئے بھی ان کے خروج کا حال قدرے تفصیل سے لکھنا ضروری ہوا۔

محمد الارقط کے دادا حسن بن الحسنؒ اپنے والد ماجد کے ہمنام ہونے کی وجہ سے حسن مثنیٰ کہلاتے زوجہ ان کی فاطمہ بنت الحسینؓ تھیں۔ حضرت حسینؓ جب سیاسی اقتدار کے حصول کی غرض سے کوفہ جانے لگے ان کے یہ داماد بھی مع اپنی زوجہ کے ان کے ساتھ گئے، لڑائی میں مجروح ہوئے مگر اپنے

خاندان کے چند دیگر اشخاص کی طرح یہ بھی صحیح سلامت واپس آئے۔

(مقاتل طالبین ص۱۱۹

وناسخ التواریخ ج۹ وعمدۃ الطالب)

حسن مثنیٰ کے چھ بیٹے تھے، منجملہ ان کے محمد الارقط کے والد عبداللہ تھے جو ماں باپ دونوں کے ہاشمی النسب ہونے کی بنا پر عبداللہ المحض کہلائے۔ یہ اپنے خاندان کے ممتاز اشخاص میں سے تھے اور سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے بڑے حریص۔ آخری اموی خلیفہ مروان بن محمدؒ کے زمانے میں عباسی داعیوں کے ذریعہ جو عباسی امام کے زیر ہدایت بلاد عجم خاص کر خراسان میں کام کر رہے تھے۔ دعوت عباسی وسیع پیمانہ پر پھیل چکی تھی۔ اس زمانہ میں جب ایک عباسی داعی کا قاصد ابراہیم امام عباسیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حسب روایت شیعی مؤلف عمدۃ الطالب اس نے امام موصوف کو یہ اطلاع دی کہ قد اخذت لك البيعة بخراسان واجتمعت لك الجيوش (خراسان میں آپ کی بیعت لے لی گئی ہے اور لشکر آپ کے لئے اکٹھے ہو گئے ہیں) ان حالات کا عبداللہ المحض کو علم ہوا تو عباسی امام پر ایسا رشک و حسد ہوا کہ خط کے ذریعہ اموی خلیفہ کو اس کی مخبری کر دی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ میں ابراہیم امام کی اس کارروائی سے بری الذمہ ہوں (انی بری من ابراهيم وما احدث) اموی خلیفہ نے ابراہیم امامؒ کو گرفتار کرا لیا اور عبداللہ المحض کو اس مخبری کے صلہ میں دس ہزار دینار عطا کئے (مقاتل الطالبین ص۲۵۶ و ص۲۵۹) عباسی امام کی گرفتاری کے بعد جن کی بعد میں غیر طبعی موت واقع ہوئی ان کے سب بھائی بھتیجے جو تعداد میں ۱۴ تھے اور ملک شام و حجاز کے درمیانی سرحدی مقام حمیمہ میں نظر بند تھے بسرعت تمام روانہ ہو کر اپنے طرفداروں اور داعیوں کے پاس کوفہ پہنچ گئے اور اس کے چند دن بعد ہی امام ابو العباس عبداللہؒ کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو کر انقلاب حکومت ہو گیا۔

عباسی داعی، ابو سلمہ الخلال "جو وزیر آل محمدؐ" کہلاتا تھا (یعنی خاندان محمدؐ کا وزیر) وہ بقول شیعی مؤلف عمدۃ الطالب، یہ چاہتا تھا کہ خلافت کو عباسیوں کے بجائے آل علیؓ کی طرف پھیر دے۔ مگر اس کے دوسرے ساتھی اور عباسی نقیب اس کے اس ارادہ میں مانع آئے (واراد ابو سلمہ الخلال ان يحول الخلافة الى آل علی بن ابی طالب فغلبه بقية النقباء والامراء) (البدایہ والنہایہ ج۱۰ ص۴۲) شیعی مؤلف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب نے بیان کیا ہے

کہ ابوسلمہ الخلال نے آل عباسؓ وآل علیؓ کے درمیان مجلس شوریٰ منعقد کرنی چاہی تاکہ ہاشمی خاندان کے یہ حضرات اپنے میں سے کسی کو خلافت کے لئے خود نامزد کرلیں۔ عباسی اکابر تو اس کے پاس موجود ہی تھے۔ علویوں کو بلانے کے لئے اس نے اپنے معتمد خاص کے ذریعہ تین خطوط مدینہ بھیجے۔ ایک جناب جعفر (الصادقؒ) کو دوسرا ان کے چچا عمر بن علی بن الحسینؓ کو اور تیسرا عبداللہ المحض مذکور کو۔ مؤلف عمدۃ الطالب کا بیان ہے کہ جناب جعفر (الصادقؒ) نے خط لینے سے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ ابوسلمہ سے ہمارا کوئی واسطہ وتعلق نہیں وہ دوسروں کا طرفدار (شیعہ) ہے (ما انا و ابو سلمہ ھو شیعۃ غیری ص۸۳) عمر بن علی بن الحسینؓ نے بھی خط نہ لیا اور فرمایا میں اس کے لکھنے والے کو نہیں جانتا کہ جواب دوں (ما اعرف کاتبہ فاجیبہ) عبداللہ المحض نے خط لے لیا اور مشورہ کی خاطر جناب جعفر (الصادقؒ) کے پاس آئے اور کہا کہ ابوسلمہ نے آل محمدؐ میں سے ایک خلیفہ کی نامزدگی کے سلسلہ میں خط بھیجا ہے دوسروں کے مقابلہ میں وہ مجھے اس کا زیادہ مستحق سمجھتا ہے۔ (وہو الی احق الناس بہ) جناب جعفرؒ نے فرمایا: ابوسلمہ تو تمہارا داعی نہیں۔ تم نے کب اسے خراسان بھیجا تھا اور کب داعیوں کا سیاہ لباس مقرر کیا تھا، کیا تم ان میں سے کسی کو جانتے پہچانتے ہو۔ نہ تم ان کو جانتے ہو اور نہ وہ تم کو۔ یہ دولت وحکومت جس کی تم تمنا کرتے ہو وہ ان دوسرے لوگوں کے لئے ہے۔ تمہارے لئے نہیں اور نہ آل ابی طالب میں سے کسی اور کے لئے (فان ھذہ الدولۃ ستتم لہولاء القوم ولا انتم ولا احد من آل ابی طالب ص۸۳) جناب جعفرؒ کی اس صاف گوئی پر عبداللہ دم بخود رہ گئے۔ نہ ابوسلمہ کو کچھ جواب دیا اور نہ کوفہ گئے۔ آل عباسؓ کے داعی جو پچیس تیس برس پہلے سے عباسی امام کے لئے تحریک چلا رہے تھے، انہوں نے حسب وصیت ابراہیم الامامؒ ابوالعباس عبداللہؒ کے ہاتھ پر بیعت لے لی۔ ایسی ہی ایک اور حکایت سبائیوں نے وضع کی ہے کہ ہاشمی خاندان کا ایک جلسہ ہوا جس میں جناب جعفرؒ، عبداللہ المحض اور ان کے بیٹے محمد الارقط نیز عباسیوں میں سے جناب ابوجعفر المنصورؒ موجود تھے، خاندان نبوت میں سے ایک فرد کو خلافت کے لئے منتخب کرنا تھا، جب محمد الارقط کا نام لیا گیا، جناب جعفرؒ نے فرمایا کہ آپ لوگ غلطی کر رہے ہیں، یہ حکومت تو اس زرد قبا والے کے لئے ہے (یعنی ابوجعفر المنصورؒ کے لئے جو اس وقت زرد قبا پہنے ہوئے تھے (الفخری) مسٹر جسٹس امیر علی نے اپنی کتاب "تاریخ عرب" میں اس کو نقل کرتے ہوئے جناب جعفرؒ کی موجودگی سے انکار کیا ہے، لیکن یہ روایتیں بے حقیقت قرار پاتی ہیں جب اس کا لحاظ کیا جائے کہ آل عباسؓ کی یہ تحریک پہلی صدی ہجری کے بعد ہی سے اس وقت سے جاری تھی جب محمد

الارقط سن تمیز کو بھی نہیں پہنچے تھے۔ بہرکیف مخبری کی کارروائی سے جو ابراہیم الامام عباسیؒ کے خلاف کی تھی، عبداللہ المحض کو شرم وحجاب دامن گیر تھا، تاہم خلافت عباسیہ کے قیام کے بعد وہ امیر المومنین ابوالعباس السفاحؒ[1] کی خدمت میں حاضر ہوئے فیاض طبع خلیفہ نے عطیات و گرانبہا وظائف سے دریغ نہ کیا (یعطیہ الجزیل (ان کو گرانبہا عطیات دئے) ایک اور مرتبہ جب عبداللہ امیر المومنین کی خدمت میں آئے تو انہوں نے ان کو اپنے ہی پاس ٹھہرایا۔ مورخ طبری کا بیان ہے قدم عبد اللہ بن حسن علی ابی العباس (السفاحؒ) بالانبار فاکرمہ وحباہ و قربہ وادناہ ووضع بہ شیئاً لم یصنعہ باحد۔ طبری ج ۸ ص۱۸۱ یعنی عبداللہ بن حسن جب (امیر المومنین) ابی العباس (السفاح) کے پاس انبار میں پہنچے انہوں نے عزت وتوقیر کی محبت کا برتاؤ کیا، عزیز کی طرح اپنے ہی پاس ٹھہرایا اور ان کے ساتھ ایسی بات (الطاف و احسان کی) کی جو کسی کے ساتھ بھی نہ کی تھی۔ اس کے بعد اس شیعہ مورخ نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ جب رات کو انہیں اپنے قریب شب باش کیا ایک صندوقچہ جواہرات سے مملو منگوایا، اسے کھول کر آدھے جواہرات ان کو عطا کئے اور بقیہ نصف اپنی حرم محترم کے پاس امانت رکھوائے عبداللہ اس عطیہ سے اتنے مسرور ہوئے کہ ان کی زبان سے بے ساختہ چند شعر ادا ہوگئے۔ جن سے رشک و

---

[1] لغت میں السفاح اس شخص کو کہتے ہیں جو طبعاً فیاض ہو اور بخشش وعطا میں دریا دل، مہمان نوازی کے لئے جانوروں کو ذبح کرائے۔ مشہور مستشرق دی خوے (DE GOETE) نے لکھا ہے کہ خلیفہ السفاح کو اسی وجہ سے السفاح کہا گیا کہ انہوں نے لوگوں کو مال ودولت وعطایا کثرت سے دئے۔ زمانہ جاہلیت میں سلامہ بن خالد کو بھی اسی وجہ سے السفاح کہتے تھے کہ اس نے الکلاب کی لڑائی کے موقع پر اپنے سپاہیوں کے لئے دودھ وشربت پینے کے لئے مشکیزوں کے منہ کھول دئے تھے۔ (تاریخ ادبیات عرب نکلسن ص۲۵۳) کذابین نے السفاح کے یہ معنی مشہور کئے کہ علویوں کی خونریزی یا امویوں کے بکثرت قتل کرانے سے یہ لقب پڑا جو سراسر کذب بیانی ہے۔ امیر المومنین عبداللہ السفاحؒ نے کسی ایک علوی یا اموی کو بھی قتل نہیں کرایا۔ نہر ابی فطرس پر جو اموی قتل ہوئے امیر المومنین کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ لقب ان کی دریا دلی کی بنا پر اختیار کیا گیا تھا کوئی شخص اپنے منہ سے اپنے کو خونریز نہیں کہہ سکتا۔ ان کے چچا عبداللہ بن علی جنہوں نے ملک شام میں بنی امیہ کی خونریزی کی تھی وہ بقول الامامۃ والسیاسۃ السفاح الشام کہلائے (ص۱۵۶) اس مؤلف نے امیر المومنین ابوالعباس کے نام کے ساتھ السفاح نہیں لکھا۔

حسد کا بھی اظہار ہوتا تھا۔ امیر المومنین کو ان کی زبان سے اس قسم کے استفسار سن کر کبیدگی ضرور ہوئی مگر اس عالی ظرف نے محبت کے برتاؤ میں کمی نہ کی۔ دوسری مرتبہ جب عبداللہ مذکور حاضر ہوئے بھرے دربار میں قرآن شریف بغل میں دبا کر لائے اور کہنے لگے:۔

اے امیر المومنین! ہمارا وہ حق ہمیں دیجئے جو اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں ہمیں دیا ہے:۔

امیر المومنین ابو العباس عبداللہ السفاحؒ بڑے حاضر جواب تھے بلا ایک لمحہ کے توقف کے انہوں نے برجستہ جواب دیا اور فرمایا:۔

تمہارے جد امجد علیؓ بن ابی طالب جو مجھ سے برتر اور زیادہ عدل کرنے والے تھے جب وہ خلیفہ ہوئے تو کیا انہوں نے تمہارے دونوں بزرگوں (حسنؓ حسینؓ) کو جو تم سے زیادہ بہتر اور برتر تھے اس سے کچھ زیادہ دیا تھا جو آج تمہیں دیا جاتا ہے (ص۵۹ ج ۱۰ البدایہ والنہایہ) عبداللہ اس برجستہ جواب پر سٹپٹاکے رہ گئے مگر ان کے دل سے طلب حکومت کا خیال کبھی نہ گیا۔

ان کے چھ بیٹے تھے جو سب کے سب عزم و حوصلہ کے ہوتے اور تقریباً سب نے حکومت وقت کے خلاف باوقات مختلف خروج کئے ان کی بغاوتوں کے حالات اسی سلسلہ میں آگے بیان ہوتے ہیں۔ محمد الارقط و ابراہیم و موسیٰ یہ ایک ماں ہند بنت ابی عبیدہ کے بطن سے تھے محمد الارقط نے کئی سال متواتر خروج کی تیاری کی، عوام پر اثر ڈالنے کے لئے اپنے کو "مہدی" کہا، محمد اور ابراہیم دونوں بھائی یمن سے سندھ آئے مگر ان ہی کے ابن عم حسن بن زید بن الحسینؓ نے جو خلافت عباسیہ کی طرف سے عامل مدینہ تھے۔ جب ان کی مخبری کی یہاں سے بھی دوسری جگہ چلے گئے۔ ثم سارا الی السند فاختفیا بھا فدل علی مکانھما الحسن بن زید دھر با الی موضع آخر البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص۸۱) امیر المومنین نے بہتیری کوشش کی کہ باغیانہ سرگرمیوں سے باز آجائیں خط و کتابت بھی ہوئی مگر یہ باز نہ آئے اور ۱۴۵ھ میں مدینہ میں خروج کر دیا۔

امیر المومنین ابو جعفر المنصورؒ نے اس بغاوت کے استیصال کے لئے جو لشکر بھیجا تھا اس کے امیر عسکر عیسیٰ بن موسیٰ عباسی کو خاص ہدایت کی تھی کہ اہل مدینہ کو، جو محمد الارقط کے ساتھ ہو گئے ہوں اول نصیحت کرنا کہ جدال و قتال سے محترز رہیں۔ چنانچہ سرکاری لشکر کے سردار نے بالاعلان کہا:۔

اے اہل مدینہ! تمہارا خون بہانا ہمارے لئے حرام ہے، جو لوگ تم میں سے ہمارے پاس چلے آئیں ان کو امان ہے، جو مدینہ سے باہر چلے جائیں ان کو امان ہے اور جو

اپنے گھروں کے اندر بیٹھ رہیں ان کو امان ہے اور جو ہتھیار رکھ دیں ان کو امان ہے ہم تو صرف محمد الارقط کو گرفتار کر کے امیر المومنین کے حضور میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص۸۸)

چنانچہ اس اعلان پر بہت سے لوگ قتال و جدال سے محترز رہے۔ عسکر خلافت سے احجار زیت مقام پر ان کا اور ان کے مٹھی بھر ساتھیوں کا مقابلہ ہوا، محمد مذکور بڑی بہادری سے لڑے اور ساتھیوں کے مارے جانے کے باوجود بھی برابر میدان میں ڈٹے تیغ زنی کرتے رہے، اس حالت میں ان کے ایک زبیری ساتھی نے شکست ہوتے دیکھ کر بھاگ چلنے کو کہا۔ مگر میدان سے نہ ہٹے اور مقتول ہوئے امیر المومنین المنصورؒ سے جب کسی نے یہ غلط بات کہی کہ محمد الارقط معرکۂ قتال سے ہٹ گئے تھے انہوں نے اس پر فرمایا تھا ھذا لا یکون فانا اھل البیت لا نفر (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص۹۰) یعنی یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہم اہل بیت (میدان چھوڑ کر) بھاگا نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ محمد الارقط کے پاس حضرت علیؓ کی مشہور تلوار "ذو الفقار" تھی ان کے مقتول ہونے پر عباسی سردار لشکر عیسیٰ بن موسیٰ کے قبضہ میں آئی یہ تلوار العاص بن منبہ کی تھی، جو مسلمانوں کے خلاف جنگ میں مارا گیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ تلوار حضرت علیؓ کو عطا فرما دی تھی (اصح السیر اعتنا جنہ الطالب ص۳۵)

محمد الارقط خلقتاً ہکلے تھے، بولتے وقت گلے سے خرخراہٹ کی آواز نکلتی تھی ان کے خروج کی تائید میں جو جعلی حدیثیں وضع ہوئیں ان میں ان کی اس خصوصیت کا بھی لحاظ رکھا گیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ جیسے صحابی جلیل کی سند سے یہ وضعی حدیث عوام الناس پر اثر ڈالنے کی خاطر بیان ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اولاد میں ایک "مہدی" ہوگا جس کا نام میرے نام پر اور جس کے باپ کا نام میرے والد کے نام پر ہوگا اس کی آواز میں خرخراہٹ ہوگی۔ فی لسانہ رتۃ (مقاتل الطالبین ص۲۴۲)

جناب جعفر الصادقؒ علمی ذوق کے بزرگ تھے۔ ان کو سیاسی چپقلش سے کوئی تعلق نہ تھا نہ روایتیں اگر صحیح ہیں جن میں انہوں نے محمد الارقط کے والد سے صاف فرما دیا تھا کہ یہ دولت و خلافت آل ابی طالب میں سے کسی کے لئے نہیں یہ تو زرد قبا والے (یعنی ابو جعفر المنصورؒ) کے لئے ہے پھر بھی یہ روایت وضع کی گئی کہ جناب جعفر (الصادقؒ) نے ایک مرتبہ محمد الارقط کے سوار ہوتے وقت ان کی رکاب تھام لی تھی۔ کسی نے اس پر اعتراض کیا تو فرمایا کہ یہ ہم اہل البیت کے مہدی

ہیں۔ هذا امهدينا اهل البيت (ص۴۳ عمدۃ الطالب) ان کی تقدیس وعظمت کے لئے طرح طرح کی روایتیں ان کے مقتول ہوجانے کے بعد سبائیوں نے وضع کیں مثلاً:۔

ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ ان کے دونوں کندھوں کے درمیان بیضۂ مرغ کے برابر ایک سیاہ خال ان کی پیٹھ پر تھا گویا معاذ اللہ مہر نبوت کی طرح (مقاتل الطالبین) انہی سبائیوں نے ان کا لقب "النفس الزکیہ" رکھا اور یہ جعلی حدیث اس کے لئے وضع کی:۔

روی عن رسول الله صلى الله عليه (و) آله وسلم انه قال تقتل باحجار الزيت من ولدی نفس زکیه (ص۴۳ عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہے آپ نے فرمایا کہ احجار الزیت پر میری اولاد میں سے ایک نفس زکیہ قتل ہوگا۔

.. ..

نہج البلاغۃ کے مصنف نے بھی تقریباً ان ہی الفاظ میں یہی قول حضرت علیؓ سے منسوب کیا ہے اور مقاتل الطالبین کے مؤلف نے لکھا ہے کہ علمائے آل ابی طالب کے نزدیک "النفس الزکیہ" سے مراد ان ہی محمد الارقط ملقب "بمہدی" سے ہے غرضیکہ سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی غرض سے خروج کرنے والے کی تقدیس میں حدیثیں اور روایتیں وضع ہوئیں اور سبائیوں کے وضع کردہ لقب "النفس الزکیہ" کو اتنی شہرت دی گئی کہ غیر شیعہ مؤلفین نام کے بجائے یہی لقب لکھتے رہے ہیں ان کی عظمت بڑھانے کے لئے سبائیوں نے یہ کذب بیانی بھی کی ہے کہ امام مالکؒ نے لوگوں کو ان کے ساتھ خروج کرنے کا فتویٰ دیا تھا اور خود بھی ان سے بیعت کی تھی:۔

وكان مالك بن انس الفقيه قد افتى الناس بالخروج مع محمد وبايعه ولذلك تغير المنصور عليه۔ (ص۴۳ عمدۃ الطالب)

مالک بن انس الفقیہ نے لوگوں کو محمد کے ساتھ خروج کرنے کا فتویٰ دیا تھا اور خود ان سے بیعت کی تھی اور اسی وجہ سے المنصورؒ ان سے بگڑ گئے تھے۔

یہ سب کذب وافترا ہے۔ دوسری جگہ اس پر تفصیلاً بحث ہو چکی اس لئے اس کا اعادہ یہاں ضروری نہیں۔

محمد الارقط کے مقتول ہوجانے کے بعد سبائیوں کی ایک جماعت نے یہ بھی کہنا شروع کیا کہ محمد مذکور قتل نہیں ہوئے غائب ہوگئے وہ شیطان تھا جو ان کے بجائے قتل ہوگیا، وہ ظہور

فرمائیں گے۔ مولف "الفرق بین الفرق" لکھتے ہیں:۔

وزعم جماعة المحمدية وهي جماعة محمد بن عبد الله ان الذي قتله جند المنصور بالمدينة انما كان شيطانا تمثل للناس بصورة محمد بن عبد الله بن حسن وهولاء يقال لهم (المحمدية) من الرافضة للانتظار هم محمد بن عبد الله بن حسن (ص۹۴)

جماعت محمدیہ یعنی محمد بن عبداللہ کی جماعت جن کو مدینہ میں (خلیفہ) المنصور کے لشکر نے قتل کیا تھا یہ اعتقاد رکھتی ہے کہ وہ شیطان تھا جو بصورت محمد بن عبداللہ بن حسن لوگوں کے سامنے ہوگیا تھا (وہ خود نہ تھے) یہ لوگ جنہیں رافضیوں میں المحمدیہ کہا جاتا ہے۔ محمد بن عبداللہ بن حسن کے ظہور کے منتظر ہیں۔

محمد الارقط کے خروج کی بھی بالکل وہی کیفیت وحالت تھی جو اس قسم کی بغاوتوں کی عام طور سے رہی ہے۔ ان کے اپنے گھرانے کا بھی یہی حال تھا کہ بعض عزیز اور کنبے والے ان کے ساتھ تھے اور بعض ان کے خلاف حکومت کے طرفدار تھے۔ شیعی مؤرخ ونساب مولف عمدۃ الطالب نے اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ جناب علی بن الحسینؓ کے پوتے عبیداللہ بن حسین الاصغر بن علی بن الحسینؓ ان کی اس بغاوت کے سخت مخالف تھے، حتیٰ کہ محمد الارقط نے انہیں مار ڈالنے کی دھمکی بھی دی تھی:۔

وكان عبيد الله قد تخلف عن بيعة النفس الزكيه محمد بن عبد المحض فحلف محمد ان راٰه ليقتله (ص۳۰۸)

اور عبداللہ نے نفس الزکیہ محمد بن عبداللہ المحض کی بیعت کرنے سے گریز کیا۔ اس پر محمد مذکور نے قسم کھائی کہ وہ ان کو پا جائیں تو قتل کردیں گے

پھر یہی شیعہ مولف فرماتے ہیں کہ عبیداللہ مذکور کو عباسی خلیفہ نے مدائن میں اتنی بڑی جاگیر عطا کی تھی جس کی سالانہ آمدنی اسّی ہزار دینار تھی:۔

ووفد عبيد الله على ابى العباس السفاح فاقطعه ضيعة بالمدائن نقل له كل سنة ثمانين الف دينار (ص۳۰۸)

اور عبیداللہ (امیر المومنین) ابو العباس السفّاح کی خدمت میں گئے انہوں نے مدائن میں ان کو جاگیر عطا کی جس کی سالانہ آمدنی اسّی ہزار دینار تھی۔

لیکن اس شیعی مورخ کو یہ خیال نہ رہا کہ امیر المومنین ابو العباس السفّاح کی وفات ۱۳۶ھ میں ہوئی تھی اور محمد الارقط نے اس کے نو برس بعد خروج کیا تھا۔ عطائے جاگیر کا تعلق ان کے

خروج کی مخالفت یا موافقت سے ہرگز نہیں تھا بلکہ یہ مزید ثبوت ہے امیر المومنین کی فیاض دلی وبخشش وعطا کا جس کی بنا پر ان کا لقب " السفاح " تھا۔ عبید اللہ اور ان کے دوسرے حسینی نسب عزیزوں کے علاوہ جو سب کے سب محمد الارقط کی اس بغاوت کے مخالف تھے خود ان کے بھائی موسیٰ اپنے ان دونوں بھائیوں محمد الارقط اور ابراہیم کے ناکام خروجوں کے بعد امیر المومنین ابوجعفر المنصورؒ کی خدمت میں بغداد حاضر ہوئے۔ وظائف وعطیات سے نوازے گئے۔ پھر انہوں نے بغداد ہی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔

(تاریخ بغداد ج ۱۳ ص۲۵)

کیا مندرجہ بالا حالات اور واقعات اس بات کا قطعی ثبوت نہیں کہ یہ خروج محض سیاسی مقاصد سے تھا، کوئی دینی بات ایسی نہ تھی کہ ائمہ مذہب کو فتاوے صادر کرنے پڑتے۔ کذابین نے یہ غلط بات مشہور کی کہ امام مالک نے محمد الارقط کے اس خروج کو " جہاد " سے موسوم کیا تھا اور اس کی موافقت میں فتویٰ بھی دیا تھا لیکن عجیب بات یہ ہے کہ دوسروں کو تو شرکت " جہاد " کی ترغیب دی لیکن خود شریک " جہاد " نہ ہوئے اور شرکت " جہاد " کا ثواب حاصل کرنے کے بجائے اس فتنہ کے زمانہ میں اپنے گھر کے اندر بیٹھے رہے " ولم یرمالک بیتہ " (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص۸۴) یعنی مالکؒ اپنے گھر کے اندر بیٹھے رہے اور جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا گیا ہے اس وقت تک گھر سے باہر نہ نکلے جب تک باغیوں کا قلع قمع ہو کر امیر المومنین کے عامل کا دوبارہ تسلط قائم نہ ہو گیا۔

الامامۃ والسیاسۃ کے غالی مؤلف نے لکھا ہے کہ خلیفہ المنصور نے اپنے ابن عم جعفر بن سلیمان بن العباس کو مدینہ کا گورنر مقرر کرکے بھیجا تاکہ فتنہ وشورش کا خاتمہ ہو ان کے پہنچنے پر امام مالکؒ کے حاسدوں نے ان پر یہ تہمت لگائی اور گورنر سے ان کی چغلی کھائی کہ نکث بیعت کا فتویٰ انہوں نے دیدیا تھا۔ وزعموا انہ یفتی بذلک اهل المدینۃ اجمعین (ص۱۹۱ ج ۲ الامامۃ والسیاسۃ) اس پر گورنر نے ان کو سزا دی تھی۔ غالی مؤلف کی نیز دیگر سبائی راویوں کی بیان کردہ روایت کی حقیقت کا اندازہ اس وقت بخوبی ہو سکتا ہے جب امیر المومنین ابوجعفر المنصورؒ اور امام مالک کے باہمی تعلقات محبت واکرام کو بھی پیش نظر رکھا جائے جن کا تذکرہ دیگر مولفین کے علاوہ خود اسی مولف نے بھی کیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ خلیفہ المنصورؒ جب حج کرنے مکہ آئے امام مالکؒ سے برابر ان کی ملاقاتیں رہیں: ان ملاقاتوں میں حدیث وفقہ کے مسائل پر علمی گفتگوئیں ہوتیں اسی سلسلہ میں خلیفہ المنصورؒ نے

جو خود بھی علم حدیث میں بلند پایہ رکھتے تھے امام مالکؒ کو حدیث کی کتاب (الموطا) کی تدوین پر آمادہ کیا اور فرمایا:

دیکھو تم اس کی تالیف میں عبداللہ بن عمرؓ کی سی شدت، عبداللہ بن عباسؓ کی سی نرمی اور ابن مسعودؓ کی سی غرابت سے اجتناب کرنا، اوسط الامور کا اور ان باتوں کا جن پر ائمہ اور صحابہ کرامؓ کا اجتماع رہا ہے لحاظ رکھنا۔ تمہاری اس تالیف کی مختلف دیار وامصار میں اشاعت کی جائے گی۔ مگر اس کام کو بتعجیل تمام انجام دینا اور فرمایا:

فسيأتيك محمد ابني المهدي العام القابل ان شاء الله الى المدينة ليسمعها منك فيجدك وقد فرغت من ذلك ان شاء الله.

میرے فرزند محمد المہدی ان شاء اللہ اگلے سال مدینہ آکر تم سے ملیں گے اور اس کتاب حدیث کی سماعت کریں گے اس وقت ان شاء اللہ وہ یہ پائیں گے کہ تم اس کام سے فراغت پا چکے ہوگے۔

(ص۱۹۳ ج ۲ الامامہ)

اور بہت سی باتوں کے علاوہ امام صاحب کے ساتھ امیر المومنین کے حسن سلوک کا ذکر اسی غالی مولف نے کرتے ہوئے ان کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

قال مالك: ثم امر لي بالف دينار عينا ذهبا وكسوة عظيمة وامر لابني بالف دينار.

امام مالکؒ نے کہا کہ پھر (امیر المومنین نے) ایک ہزار اشرفی (سکۂ طلائی) اور خلعت ہائے فاخرہ دینے کا میرے لئے اور ایک ہزار دینار میرے بیٹے کے لئے دئے جانیکا حکم دیا۔

ص۱۹۴ ایضاً

بڑے اکرام واعزاز سے رخصت کیا۔ اگلے سال محمد المہدی عباسیؒ کے مدینہ آنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام مالکؒ سے بوقت ملاقات جب انہوں نے دریافت کیا کہ میرے والد نے جس کتاب کی تالیف کا آپ کو حکم دیا تھا وہ کس مرحلے میں ہے تو کتاب پیش کی:

فاتاه بالكتب وهي كتب الموطاء فامر المهدي بانتساخها وقرئت على مالك فلما انقرأ تها امر له باربعة الاف دينار ولابنه بالف دينار

اس پر امام مالکؒ نے کتاب ان کو پیش کی اور یہی ہے کتاب الموطاء۔ المہدی نے پھر اس کے نقل کرانیکا حکم دیا اور امام مالکؒ سے اس کی قرأت وسماعت کی جب سماعت کر چکے چار ہزار دینار ان کو اور پانچ ہزار دینار ان کے فرزند کو دئے جانیکا حکم دیا۔

ص۱۹۴ ج ۲ ایضاً

اسی مؤلف نے یہ بھی لکھا ہے کہ ۱۷۴ھ میں جب خلیفہ المہدی عباسیؒ کے فرزند امیر المومنین ہارون الرشیدؒ حج کرنے آئے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کی زیارت کے لئے مدینہ پہنچے انہوں نے بھی امام مالکؒ سے کتاب الموطاء کی سماعت کی۔ مولف مذکور کے الفاظ یہ ہیں:۔

خرج هارون حاجًا الى مكة فقدم المدينة زائرًا قبر النبي عليه السلام فبعث الى مالك بن انس فاتاه فسمع منه كتاب الموطاء وحضر ذلك يومئذ فقهاء الحجاز والعراق والشام واليمن.... وسمعوا من مالك موطاءه الذي وضع۔
(ص۱۹۷ ج ۲ ایضًا)

(خلیفہ) ہارون (الرشید) حج ادا کرنے مکہ گئے پھر نبی علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لئے مدینہ آئے (امام) مالک بن انس کو بلا بھیجا جب وہ ان کے پاس آئے ان سے کتاب الموطاء کی سماعت کی اور اس روز حجاز وعراق وشام ویمن کے فقہاء حاضر تھے...... انہوں نے بھی امام مالکؒ سے ان کی کتاب الموطاء کی سماعت کی۔

. . . . . .

جب عباسی خلفاء سے امام مالکؒ کے یہ تعلقات ہوں، گفتگوؤں میں یا امیر المومنین سے خطاب کرتے ہوں، خلیفہ عباسی کی فرمائش پر کتاب تالیف کی ہو، ان کی سرپرستی میں علمی مشاغل میں منہمک رہے ہوں، عباسی خلفاء گراں بہا عطیات سے ان کو نوازتے ہوں ان حالات کے پیش نظر سبائی راویوں کے ان بیانات کی کیا حقیقت باقی رہتی ہے، جو انہوں نے وضع کرکے پھیلائے کہ امام مالکؒ نے نکث بیعت کا فتویٰ دیا تھا اور عباسی خلفاء کو وہ صحیح الامارت نہیں جانتے تھے۔ اس کذب بیانی کو اس قدر شہرت دی گئی کہ بعض اہل سنت والجماعت مصنفین نے بھی روایت پرستی کی بناء پر ان خرافات کو اپنی تالیفات میں درج کردیا ہے۔

محمد الارقط کے چھ بیٹے اور دو بیٹیاں فاطمہ وزینب تھیں۔ زینب تو پہلے عباسی خلیفہ امیر المومنین ابو العباس عبد اللہ السفاحؒ کے فرزند محمد کے عقد میں آئیں اور ان کے بعد بھی اسی عباسی خاندان میں عیسیٰ بن علی بن عبد اللہ بن العباسؓ سے ان کا نکاح ہوا۔ (ص۵۵ کتاب نسب قریش) اسی ایک رشتہ سے ان اکاذیب کی معناً تردید ہوتی ہے، جو سبائیوں نے اس خروج کو "جہاد" قرار دینے کے لئے وضع کئے۔

بیٹوں میں دو بیٹے طاہر اور حسن ایک دوسری بغاوت میں بمقام فخ (نزد مدینہ) کچھ عرصہ

بعد مقتول ہوئے۔ حسن سیاہ رنگ کے ہونے کی وجہ سے "ابو نفت" کہلاتے تھے، شراب نوشی کی سزا میں کوڑے بھی لگے تھے، حُدّ فی الخمر بالمدینۃ (ص۵۵ جمہرۃ الانساب ابن حزم) ان دو بیٹوں کے علاوہ علی واحمد وابراہیم وعبد اللہ الاشتر چار بیٹے اور تھے۔ آخر الذکر سے ہی محمد الارقط کی نسل باقی رہی۔ "الاشتری" ان کے نام کا جز ولاینفک اس بناء پر ہوگیا تھا کہ اپنے چچا ابراہیم کے پاس بصرہ میں اس وقت موجود تھے جب ابراہیم نے حکومت کے خلاف خروج کیا تھا۔ خروج کی ناکامی کے بعد اپنے استاد عبد اللہ بن محمد بن سعدہ کی اعانت سے بصرہ سے فرار ہوئے اور اونٹ پر سوار ہوکر سندھ کا طویل سفر اختیار کیا تھا، جہاں کچھ عرصہ تک مقیم رہے۔ زیدیوں[1] کی ایک جماعت جو خلافت عباسیہ کے اس دور دست علاقہ میں پہلے سے موجود تھی۔ ان کے ساتھ ہوگئی۔ ان کی باغیانہ روش کی وجہ سے امیر المومنین کی ہدایت پر گورنر علاقہ نے

---

[1] یہ لطیفہ بھی قابل ذکر ہے کہ سندھ میں زیدیہ فرقے کے لوگ جیسا ذکر ہوا عبد اللہ الاشتر کے پاس آکر جمع ہوتے گئے (رقی قدم علیه (عنی عبد اللہ الاشتر) طوائف من الزیدیة۔ ص۸۱ ج ۱۰ البدایہ والنہایہ)۔ "خاندان زبیری کنبوہی" کے مولف حسین احمد نے کمبوہ قوم کے لوگوں کو "زبیری" ثابت کرنے کی غرض سے زیدیہ کو زبیریہ سے مسخ کرکے چند زبیریوں کے عبد الاشتر کے ساتھ سندھ آنے کی محض فرضی داستان گھڑ ڈالی۔ کمبوہ ہندوستان کی نہایت قدیم اور شریف قوم ہے جس میں ہندو، سکھ اور مسلمان کمبوہ آج تک موجود ہیں۔ مولف "خاندان زبیری کنبوہی" نے طرح طرح کی جعل سازیوں سے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ کمبوہ نسباً زبیری ہیں اور ایک فرضی مقام یا دریا کنبا متصل ملتان کی نسبت مکانی کی وجہ سے "کنبوہی" کہلائے۔ ان کمبوہ صاحب کی یہ کتاب عجیب وغریب تحریفوں سے مرتب کی گئی ہے۔ مزید معلومات کے لئے راقم الحروف کی کتاب "حقیقت قوم کمبوہ" ملاحظہ ہو۔ جو قوم کمبوہ کے محترم بزرگ اور مسلمانان ہند کے مسلم لیڈر نواب وقار الملکؒ کے نام نامی سے معنون ہے۔ نواب صاحب مرحوم کے عین حیات کمبوہی زبیریت کا چرچا شروع ہوگیا تھا موصوف نے ہمیشہ اپنی قوم لفظ "کمبوہ" سے ظاہر کی ان کی متعدد تحریرات راقم الحروف کے پاس اس وقت تک موجود ومحفوظ ہیں تقریباً ساٹھ ستر برس سے بعض ہندی الاصل مسلمان اقوام کو عربی النسل ہونے کا کچھ ایسا شوق پیدا ہوا ہے کہ مضحکہ خیز طریقہ پر نسبی کایا پلٹ کی جارہی ہے، باستثنائے معدودے چند حضرات کے اچھے اچھے تعلیم یافتہ حضرات بھی اس وبا سے متاثر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نسب کے جاہلی تصور سے نجات دے اور صدق بیانی کی توفیق ارزانی فرمائے۔

گرفتار کرانا چاہا۔ عبداللہ الاشتر مع اپنے ساتھیوں کے لڑے اور مقتول ہوئے۔ سندھ میں انہوں نے ایک سندھی خاتون سے نکاح کر لیا تھا، جس سے ایک بیٹا ہوا اس کا نام اپنے والد کے نام پر محمد رکھا، گورنر سندھ نے اس بچہ اور اس کی ماں کو دربار خلافت میں بھیج دیا، امیر المومنین نے بچہ اور بیوہ کے لئے وظیفہ مقرر کر کے اہل خاندان کے پاس مدینہ بھیج دیا۔ اس اکلوتے بیٹے سے عبد اللہ الاشتر کی نسل چلی جو بعد میں "بنو الاشتریون" کہلائے۔ ان میں سے ایک فاضل شخص امیر قطب الدین محمد تباہی بغداد کے بعد ہندوستان آئے۔ ان کے احفاد میں کڑہ مانک پور، رائے بریلی، ڈلمؤ نصیر آباد وغیرہ کے حسنی خانوادے ہیں، جن میں نسلاً بعد نسل علماء و فضلاء و اتقیا ہوتے رہے مجاہد ہندی حضرت احمد شہیدؒ کا نسبی تعلق اسی خانوادہ سے ہے۔ اور اسی خاندان میں مولانا حکیم عبد الحی مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ بڑے فاضل و صاحب تصانیف تھے جن کے لائق فرزند ڈاکٹر عبد العلی اور مولوی ابو الحسن علی میاں فضائل علمی سے بہرہ ور صاحب تصانیف ہیں۔ ان کا سب خاندان اباعن جد اہل سنت والجماعت رہا ہے۔ محمد الارقط کے بھائی موسیٰ کی نسل میں جو خلافت عباسیہ سے وابستہ رہے شرفائے مکہ وغیرہ کا خاندان ہے، جن میں اردن کے شاہ حسین وغیرہ ہیں۔

۷	ابراہیمؓ[1] بن عبد اللہ المحض بن حسن بن الحسنؓ	۱۴۵ھ بصرہ	امیر المومنین ابو جعفر المنصور عباسیؒ

[1] ابراہیم نے بھی جن کو شیعوں نے بعد میں ابراہیم الغمر کہا اپنے بھائی محمد الارقط کے ساتھ بیک وقت خروج کا پروگرام بنایا تھا، سوئے اتفاق سے بوجہ علالت وقت پر خروج نہ کر سکے اسکے کچھ دن بعد علم بغاوت بلند کیا۔ بصرہ کے نواح میں مقام باخمریٰ پر ۲۵ ذی القعدہ ۱۴۵ھ کو حکومت کے لشکر سے مقابلہ ہوا، گھمسان کا رن پڑا، فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے، ابراہیم بھی مقتول ہوئے، امیر المومنین کو جس وقت اس کی اطلاع ملی رنج و تاسف کے لہجہ میں فرمایا واللہ کنت لھذا کارھا ولکنک ابتلیت بی وابتلیت بک (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۹۴) یعنی بخدا میں اس امر سے متنفر تھا، تم نے مجھ کو بھی مبتلا کیا اور خود بھی مبتلا ہوئے۔

سبائیوں نے اس بغاوت کو بھی مذہبی رنگ دینے کی کوششیں کیں، جھوٹی روایتیں وضع ہوئیں ان ہی میں سے کذابین کی وضع کردہ یہ روایت بھی ہے جس کو بہت کچھ شہرت دی

گئی ہے یعنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے ابراہیم کے اس خروج کو "جہاد" بتایا۔ ان سے خود بھی بیعت کی اور لوگوں کو بیعت کرنے کی ترغیب دی، شیعہ مورخ و نساب (مولف عمدۃ الطالب) نے لکھا ہے۔ ان اباحنیفۃ الفقیہ بایعہ (ص ۸۰) (یعنی ابو حنیفہؒ فقیہ نے بھی ان سے (ابراہیم سے) بیعت کی تھی۔ اسی کے ساتھ یہ حکایت بھی لکھی ہے کہ ایک عورت امام صاحب کے پاس آئی اور کہا کہ آپ نے ابراہیم کے ساتھ خروج کرنے کے لئے میرے بیٹے کو فتویٰ دیا تھا، وہ لڑائی میں شریک ہو کر مارا گیا۔ یہ سن کر امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا: لیتنی کنت مکان ابنک (کاش میں تیرے بیٹے کی جگہ ہوتا) اس کے بعد وہ جعلی خط بھی نقل کیا ہے جو امام ابو حنیفہؒ نے کہا جاتا ہے کہ ابراہیم کو لکھا تھا اور چار ہزار درہم بھی اسی کے ساتھ ارسال کئے تھے۔ اس جعلی خط کی یہ عبارت شیعہ مولف نے نقل کی ہے:۔

اما بعد۔ فانی قد جھزت الیک اربعۃ آلاف درھم ولم یکن عندی غیرھا ولولا امانات للناس عندی للحقت بک فاذا لقیت القوم وظفرت بھم فافعل کما فعل ابوک فی اھل صفین اقتل مدبرھم واجھز جریحھم ولا تفعل کما فعل ابوک فی اھل الجمل فان القوم لھم فئۃ۔

(ص ۲۸)

امابعد۔ میں تمہارے پاس چار ہزار درہم بھیجتا ہوں، ان کے سوائے میرے پاس اس وقت اور رقم نہیں ہے، اگر لوگوں کی امانتیں میرے پاس نہ ہوتیں تو میں بھی تمہارے ساتھ شامل ہو جاتا۔ پس اگر لوگوں سے تمہارا مقابلہ ہو اور ان پر فتح پاؤ تو ان کے ساتھ وہی فعل کرنا جیسا تمہارے باپ (علیؓ) نے اہل صفین کے ساتھ کیا تھا، پیٹھ دکھا کر بھاگنے والوں کو قتل کرنا اور ان کے زخمیوں کو خوب مار لگانا اور ایسا نہ کرنا جیسا تمہارے باپ (علیؓ) نے اہل جمل کے ساتھ کیا تھا کیونکہ یہ لوگ ایک بڑا گروہ ہیں۔

- - - -

اس جعلی خط کا مضمون ہی سبائی ذہنیت کی صاف غمازی کرتا ہے۔ حضرت معاویہؓ و حضرت عمرو بن العاصؓ وغیرہم نیز حضرت طلحہ و زبیرؓ و سیدہ عائشہ صدیقہ ام المومنین صلوٰۃ اللہ علیہم اور ان کے ساتھی صحابہ و تابعین و عامۃ المسلمین کو جو حضرت علیؓ کے خلاف جنگ صفین و جمل میں قاتلین عثمانؓ سے انتقام لینے کے لئے موجود تھے امام ابو حنیفہؒ کے قلم سے خاطی و مستحق تعذیب قرار دیا گیا ہے۔ اور پیٹھ پھیر کے بھاگنے والوں کو قتل کرنے، اور زخمیوں کو مار لگانے کے غیر

اسلامی طریقۂ حرب کو حضرت علیؓ سے منسوب کیا گیا ہے، تعجب ہے کہ دوسروں کو شرکت "جہاد" کی ترغیب تو انہوں نے دی مگر اپنے عدمِ شرکت کا عذر لنگ اس جعلی تحریر میں یہ بتایا گیا ہے کہ لوگوں کی امانتیں میرے پاس نہ ہوتیں تو شریک "جہاد" ہوتا، امام ابو حنیفہؒ کی عمر ابراہیم کی بغاوت کے وقت ۶۵ برس چھ ماہ کی تھی وہ اس زمانہ میں امیر المومنین ابو جعفر المنصورؒ کے ایماء سے ادران کی سرپرستی میں فقہ کی تدوین میں مع ایک کثیر جماعت علماء کے منہمک تھے۔ اس اہم علمی و اسلامی خدمت کی انجام دہی کے چند سال بعد یعنی ابراہیم کی بغاوت کے چار سال ۶ ماہ بعد بعمر ستر برس ان کی وفات ہوئی۔ ان لغو روایتوں کے سبائی وضّاعین کو شاید یہ معلوم نہ تھا کہ امام اعظمؒ کی مدونہ فقہ کا ایک واضح اصول یہ ہے کہ لا نرٰی الخروج علی الائمۃ ولو جاروا (یعنی ہم حاکمانِ وقت کے خلاف بغاوت کو ناجائز سمجھتے ہیں وہ اگرچہ ظلم بھی کریں) مگر سبائیوں کی مشہور کردہ ان مہمل روایات کو غیر شیعہ مولفین نے بھی اپنی کتابوں میں لکھ مارا ہے جس کے بارے میں دوسری کتاب میں ایک اور موقع پر بھی اظہارِ حقیقت کیا ہے۔

ابراہیم کے منجملہ تین بیٹوں کے ایک بیٹے حسن سے نسل چلی۔

۸	محمد بن علی بن عباس بن حسن بن حسن بن الحسنؓ [۱]	۱۶۴ھ	خراسان	امیر المومنین محمد المہدی عباسیؒ
۹	حسین بن علی بن حسن بن حسن بن الحسنؓ [۲]	۱۶۹ھ	مدینہ	" موسیٰ الہادی عباسیؒ
۱۰	فاضل بن علی بن حسن بن حسن بن الحسنؓ	"	"	" "

[۱] قام بخراسان فقتل ایام المھدی (جمہرۃ ابن حزم ص۳۷) یعنی (امیر المومنین) محمد المہدی عباسی کے زمانہ خراسان میں علم بغاوت بلند کر کے مقتول ہوئے)

[۲] یہ بڑے سیر چشم اور فیاض تھے، امیر المومنین محمد المہدی عباسیؒ کی خدمت میں مدینہ سے حاضر آئے چالیس ہزار دینار کے گراں بہا عطیہ سے سرفراز ہوئے مگر یہ سب رقم اپنے عزیزوں اور دوستوں میں تقسیم کر دی (البدایہ والنہایہ ج۱۰ ص۱۵۷) حضرت فاروق اعظمؓ کے احفاد میں سے عمر بن عبد العزیز بن عبد اللہ بن عمر الفاروقؓ اس زمانہ میں خلافت عباسیہ کی جانب سے والی مدینہ تھے ان حسین بن علی حسنی کے ساتھیوں میں محمد الارقط کے صاحبزادہ حسن تھے جو بوجہ سیاہ فام ہونے کے "ابو الزفت" کہلاتے تھے اور شراب نوشی کی سزا پا چکے تھے۔ وکان یلقب اباالزفت لشدۃ

سمرتہ وحدّ فی الخمر بالمدینۃ۔ منہ جمھرۃ ابن حزم) ایک دن وہ اپنے ہم جلیسوں کی صحبت میں بیٹھے تھے، نبیذ کا دور چل رہا تھا والی مدینہ نے ان سب کو اس حالت میں پاکر گرفتار کرلیا اور سر بازار ان کی تشہیر کرائی۔ محمد الارقط کے بھائی یحییٰ بن عبد اللہ المحض کی ضمانت پر یہ لوگ اس شرط پر رہا ہوئے کہ روزانہ اپنی حاضری دیں۔ ان ہی ایام میں "ابو الزفت" مدینہ سے باہر چلے گئے، ضمانت ضبط ہوئی "ابو الزفت" کو حاضر کرنے کے بجائے حسین بن علی مذکور کی قیادت میں دار الامارۃ پر حملہ کیا گیا، اور حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرکے مدینہ منورہ کے وقتی خزانہ تک کو لوٹ لیا گیا (ونھب المال الذی بالمدینۃ (الجامع اللطیف ص۲۹۳) ان کے بھائی بھتیجے وغیرہ بھی بغاوت میں شریک تھے، مگر ان کے چچیرے بھائی حسن بن جعفر بن حسن بن حسن بن الحسنؓ اس بغاوت کے مخالف اور امیر المومنین کے طرف دار رہے۔ حسن بن جعفر کی حقیقی بہن ام الحسن امیر المومنین کے قریبی عزیز جعفر بن سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن العباسؒ کی زوجہ تھیں (عمدۃ الطالب ص۱۵۱) شیعہ مولف مذکور نے اپنے امام دردیم کی اس بیٹی کے اپنے ہم کفو ہاشمی عباسی کے حبالہ عقد میں آنے کا ذکر تو کیا ہے مگر کس قدر کریہہ الفاظ میں فرماتے ہیں "ام الحسن خرجت الی جعفر بن سلیمان بن علی بن عبد اللہ العباسؒ" یعنی ام الحسن نکل کر جعفر بن سلیمان بن علی بن عبد اللہ بن العباس کے پاس چلی گئی"۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا شیعہ راویوں نے حسین بن علی مذکور کی اس بغاوت کے بارے میں متعدد مہمل روایتیں اور حدیثیں وضع کی ہیں۔ مدینہ کے قریب وادی فخ میں جہاں حضرت عبد اللہ بن عمر فاروقؓ اور بعض دوسرے صحابہ کے مزارات ہیں، باغیوں کی سرکاری فوج سے مڈبھیڑ ہوئی حسین بن علی مذکور مع اپنے سو سے زائد ساتھیوں کے مارے گئے۔ اب دو ایک وضعی حدیثیں بھی ملاحظ ہوں:۔

عن جعفر بن محمد بن علی (زین العابدین) قال: مرّ النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ بفخ فنزل فصلی رکعۃ فلما صلی الثانیۃ بکی وھو فی الصلاۃ فلما رای الناس النبیؐ یبکی بکوا، فلما انصرف قال: ما یبکیکم؟ قالوا: لما رأینٰک تبکی بکینا یا رسول اللّٰہ! قال: نزل علی جبرئیل

جعفر بن محمد بن علی (زین العابدین) سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلعم کا گذر مقام فخ پر ہوا۔ آپ وہاں سواری سے اترے ایک رکعت نماز پڑھی جب دوسری پڑھنے لگے تو رونے لگے پس لوگوں نے جب نبی صلعم کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے، آپ نے نماز سے فارغ ہوکر پوچھا "تم لوگ کیوں رو رہے ہو" لوگوں نے کہا کہ "یا رسول اللہ

لما صليت الركعة الاولى فقال يا محمد! ان رجلاً من ولدك يقتل في هذا المكان واجر الشهيد مع اجر الشهيدين.

(ص۴۳ مقاتل الطالبین)

آپ کو جب روتے دیکھا تو ہم بھی رونے لگے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جب میں پہلی رکعت پڑھ رہا تھا تو جبریل نازل ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے محمد! تمہاری اولاد میں سے ایک شخص یہاں قتل ہوگا، اس شہید کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

یہ روایت تو جناب جعفر (الصادقؒ) سے منسوب ہے۔ اب جناب زید بن علی (زین العابدینؒ) سے مروی روایت بھی سن لیجئے:۔

عن زيد بن علي (زين العابدين) انتهى رسول الله صلى الله عليه وآله الى موضع فخ فصلى باصحابه صلاة الجنازة ثم قال: يقتل ههنا من اهل بيتي في عصابة من المؤمنين ينزل لهم باكفان وحنوط الجنة تسبق ارواحهم اجسادهم الى الجنة.

(ص۴۳ مقاتل الطالبین)

زید بن علی (زین العابدینؒ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم جب مقام فخ پر پہنچے تو آپ نے صحابہ کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی، پھر فرمایا اس جگہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص مع ایک جماعت مومنین کے قتل ہوگا ان کے لئے کفن اور خوشبوئیں جنت سے نازل ہونگی اور ان کے جسم سے ان کی روحیں پہلے ہی جنت میں پہنچ جائیں گے۔

حکومت وقت کے خلاف خروج کرنے والے مقتولوں کے لئے کفن اور خوشبوؤں کے جنت سے نازل ہونے اور مقتولین کے جسموں کے ان کی روحوں سے قبل ہی جنت میں پہنچ جانے کی حد درجہ لغو بیانی کے علاوہ ان خروج کرنے والوں کا قتل ہونا تو درکنار ان کے عالم وجود میں آنے سے بھی تقریباً ڈیڑھ سو برس پہلے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھ لینے کی جیسی جعلی روایت کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے والے نے اپنا ٹھکانا ضرور جہنم میں بنا لیا۔ آپ کا ارشاد ہے:۔

ان كذباً علي ليس ككذب على احد فمن كذب علي متعمداً فليتبوا مقعده من النار۔

(رواه البخاري ومسلم والترمذي)

آپ نے فرمایا: میرے اوپر جھوٹ بولنا ایسا نہیں جیسا کسی اور پر بولنا جس نے میرے اوپر عمداً جھوٹ بولا اس نے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لیا۔

جن لوگوں نے اپنے ایام بغاوت میں مدینہ کا وقفی خزانہ لوٹ لینے سے بھی دریغ نہ کیا

ہو ان کو یہ مظلوم؟ اور حکومت کی جانب سے ان باغیوں اور مفسدوں کی تادیب کے لئے جو کارروائی کی گئی اس کو یہ ظلم و ستم سے تعبیر کرنے کی غرض سے یہ جعلی روایتیں اور جعلی حدیثیں گھڑی گئیں اور خلیفہ وقت اور ان کے عمال کے جبر و تشدد کے افسانے وضع کئے گئے جو سر تا سر کذب محض ہیں۔

۱۱	ادریس[1] الاصغر بن عبد اللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن الحسنؓ	۱۷۰ھ مغربی افریقہ	امیر المومنین ہارون الرشید عباسیؒ
۱۲	یحیٰ[2] بن عبد اللہ المحض	۱۷۶ھ بلاد دیلم	"

[1] اپنے دونوں بھائیوں محمد الارقط اور ابراہیم کی بغاوتوں کی ناکامی کے بعد انہوں نے بھی خفیہ خفیہ خروج کی تیاریاں کیں، حجاز و عراق میں کامیابی کا موقع مناسب نہ پاکر مصر کا رخ کیا جہاں عباسی خلافت کے محکمہ ڈاک کا افسر ابن واضح تھا جو مورخ یعقوبی کا دادا اور علوی خاندان کا طرفدار تھا اس کی مدد سے ادریس مغرب اقصیٰ (شمالی مغربی افریقہ) چلے گئے، وہاں بربری قبائل میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کر کے حکومت قایم کی۔ ان ادریس کے ایک بیٹے کا نام بھی ادریس تھا جو ایک بربریہ خاتون کے بطن سے تھے اور یہی مراکش کے شہر فاس کے بانی ہوئے، کچھ عرصہ بعد ادریس الاصغر کے ایک بھتیجے محمد بن سلیمان بن عبد اللہ المحض بھی فخ کی بغاوت کے ناکام ہو جانے کے بعد اپنے چچا کے پاس مراکش چلے گئے۔ ان دونوں کی نسل وہاں خوب پھیلی۔ مگر ان دونوں کے اخلاف میں سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی کشمکش وقتاً فوقتاً جاری رہی، ایک دوسرے کو قتل کرتے رہے۔ جیسے احمد بن ابی العیش عیسیٰ بن جنون بن احمد بن محمد بن قاسم بن ادریس الاصغر نے اپنے بھائی محمد کو اس الزام میں قتل کر دیا کہ ان کا میل ایک اموی حکمران اندلس عبد الرحمٰن بن محمد مروانی سے تھا (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص۴۴) اسی طرح یحیٰ بن حمود کو ان کے رشتہ کے چچا حسن ادریسی نے مروا دیا تھا۔ ان ہی میں سے ایک شخص حسن بن جنون الحسنی نے مغرب اقصیٰ کے مقام تیدلی میں جو آج کل تادلا کہلاتا ہے نبوت کا بھی دعویٰ کیا تھا۔ حکومت ادریسیہ تقریباً ڈیڑھ سو برس قائم رہی۔ اسمٰعیلی فرقہ کے بانی عبید اللہ بن میمون القداح کے اخلاف نے بالآخر بربری قبیلہ کتامہ کی مدد سے جب وہاں سیاسی اقتدار حاصل کر لیا اور ادریسیہ ہاشمیہ حکومت کو بھی ۳۰۸ھ میں برباد کر کے ان حسنیوں کو اندلس میں امویوں کے پاس پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔

[2] یحیٰ نے بیس برس کی خفیہ ریشہ دوانیوں کے ذریعہ جو انہوں نے اپنے بھائی محمد الارقط و ابراہیم کی

بغاوتوں کی ناکامی کے کچھ عرصہ بعد سے شروع کر دی تھیں۔ بلاد دیلم پر سیاسی اقتدار حاصل کر لیا تھا لیکن امیر المومنین ہارون الرشید عباسیؒ کے وزیر باتدبیر فضل بن یحیٰ برمکی کی مساعی سے یحیٰ مذکور لشکر خلافت سے نبرد آزمائی کرنے کے بجائے اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ امیر المومنین موصوف کی خدمت میں حاضر ہو کر اقدام بغاوت پر اظہار ندامت اور عہد اطاعت کریں چنانچہ بعد معافی قصور یحیٰ کو دو لاکھ دینار کا بیش بہا عطیہ دے کر ان کے وطن مالوف مدینہ بھیج دیا گیا جہاں وہ بقیہ ایام عمر فارغ البالی سے بسر کرتے رہے۔ مقاتل الطالبین کے مولف کا بیان ہے کہ یحیٰ نے عطیہ کی کثیر رقم میں سے حسین بن علی "صاحب فخ" کے قرضہ کی ادائیگی بھی کی تھی (ص۳۸۳) ان کی نسل کے بعض اشخاص اپنے بنو اعمام کے پاس مغرب اقصیٰ چلے گئے تھے اور بعد میں اندلس کے مقام غرناطہ پر کچھ افراد نے حکمرانی بھی کی۔

۱۳	محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن بن الحسنؓ	۱۹۰ھ	مدینہ	امیر المومنین مامون الرشید عباسیؒ
۱۴	محمدؐ بن ابراہیم طباطبا بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن الحسنؓ	۱۹۹ھ	کوفہ	"
	محمدؐ الاکبر بن جعفر بن محمد بن زید بن علی (زین العابدینؓ)	۱۹۹ھ	کوفہ	"

لہ محمد بن سلیمان القائم بالمدینۃ ایام للمامون (ص۴۳ جمہرہ ابن حزم) ان کی بغاوت کا منیا نہ ہوئی مقتول ہوئے۔

سلہ ابو السرایا ایک مفسد لیٹرے سے اس زمانہ میں جب امیر المومنین ہارون الرشیدؒ کے دونوں فرزندوں امین الرشید اور مامون الرشید کی خانہ جنگی سے ملک کے نظم و نسق میں ابتری پھیل گئی تھی، محمد ابن طباطبا کی ملاقات ہو گئی۔ ابو السرایا نے طوائف الملوکی کے ایام میں کچھ فوجی قوت پیدا کر لی تھی۔ اس لیٹرے کی امداد کے وعدے پر انہوں نے طلب خلافت کے لئے خروج کر دیا، لیکن تھوڑے ہی دنوں میں ابن طباطبا کو اس لیٹرے کی حرکات قتل و غارت گری سے نفرت ہو گئی اس نے مشتبہ ہو کر زہر سے ان کا کام تمام کر دیا۔ شیعہ مولف لکھتے ہیں:- وسقاہ ابو السرایا سما فمات منہ (عمدۃ الطالب ص۱۵۹) اور ان کے بجائے جناب علی بن الحسینؓ (زین العابدینؓ) کے ایک نو عمر پوتے محمد الاکبر کو جو بعد

میں "صاحب ابو السرایا" کہلائے، خلافت کے لئے نامزد کر کے کوفہ اور بصرہ میں اپنا خطبہ اور سکہ چلا دیا، جن شہروں اور علاقوں پر چند روزہ تسلط کر لیا تھا، علوی و فاطمی نسب کے چند اشخاص کو عامل آن بنا مقرر کر کے بھیجا، مگر ان علویوں نے اپنی چند روزہ حکومت میں جو جو ظلم و زیادتیاں کیں بقول علامہ شبلیؒ "ان کے بیان کو ایک دفتر چاہئے۔ زید فرزند موسیٰ (الکاظمؒ) نے بصرہ میں ایک قیامت برپا کر رکھی تھی، سیکڑوں خاندان تباہ کر ڈالے، عباسیوں کے ہزاروں مکانات جلا دئے۔ حسین بن الحسین (جناب علی بن الحسینؓ کے ایک پوتے) نے مکہ معظمہ کا دفتی خزانہ تک لوٹ لیا۔ محمد بن جعفر (صادقؒ) کی حکومت میں جو چند روز کے لئے عرب کے فرمانروا بن گئے تھے، علویین اور آل فاطمہؓ کا وہ زور ہو گیا کہ لوگوں کے ننگ و ناموس کا پاس اٹھا دیا گیا۔ ابراہیم بن موسیٰ (الکاظمؒ) یمن کے عامل تھے اور سفاکانہ قتل و غارت گری کی وجہ سے قصاب کہلاتے تھے۔ مامون (الرشیدؒ) نے چاہا کہ صلح و آشتی سے ان لوگوں کو قابو میں لائے لیکن یہ کب رام ہو سکتے تھے۔ لڑے اور شکست کھائی۔ بعض گرفتار ہو کر مامون (الرشیدؒ) کے پاس حاضر کئے گئے مگر اس نے نسب کا پاس کیا اور چھوڑ دیا" (المامون ص۶۸) مفسد لیٹرے کی مدد سے ان علوی اشخاص نے جو مظالم کئے ان کے چھپانے کی تو کوشش کی جاتی ہے اور مفسدین کے خلاف تادیبی کارروائیوں کو ظلم و جور سے تعبیر کیا جاتا ہے صدیوں کے جھوٹے پروپگنڈے نے یہ فضا پیدا کر رکھی ہے کہ خلفائے بنی امیہ و بنی عباسؒ کے فرضی مظالم کی داستانیں زبان زد خاص و عام ہو گئی ہیں۔ مگر ان خلفاء کی عالی ظرفی، رحم دلی کا کہ باوجود قدرت کے عفو تقصیرات کرتے رہے کوئی ذکر تک نہیں کرتا۔ ہمارے نام نہاد "مورخ" اور "مولف" ان وضعی داستانوں کو اپنی کتابوں میں نقل کرتے اور امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ جیسے ائمہ دین کے نام بھی سیاسی اقتدار کی ان بغاوتوں کے سلسلے میں لیتے اور ان بغاوتوں کو "جہاد" سے تعبیر کر کے جھوٹے پروپگنڈے کی تائید مزید کرتے رہتے ہیں۔ ملت کے نشاۃ ثانیہ کے اس دور میں سلف کی سیاسی چپقلشوں کے حالات کو ان کے اصلی رنگ میں پیش کرنا اسلامی تاریخ کی تطہیر کے مرادف ہے اور اسی مقصد کے پیش نظر یہ حالات قلم بند کئے گئے ہیں۔

— (۵) —

۱۶	حسین الافطس بن حسن بن علی (زین العابدینؒ)	سنہ ۱۹۹ھ	مکہ معظمہ	امیر المومنین مامون الرشید عباسیؒ
۱۷	علی بن حسین الافطس	"	"	"
۱۸	محمد	"	"	"
۱۹	محمد بن جعفر (الصادقؒ) بن محمد (الباقرؒ) بن علی (زین العابدینؒ) بن الحسینؑ	"	"	"

۱۶-۱۷-۱۸ ان حسین کا لقب الافطس تھا یعنی چپٹی ناک والا، کتاب نسب قریش میں ان کے والد کا یہی لقب لکھا ہے لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اپنے نیک سیرت آباء کے برخلاف یہ شخص اور اسی طرح اس کے دونوں بیٹے نہایت قبیح سیرت تھے، اکثر مستند مورخین ونسابین نے ان لوگوں کی بد اعمالیوں کا ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن حزمؒ نے حسین الافطس کو: "احد المفسدین فی الارض" (جمہرۃ الانساب ص۴۳) یعنی دنیا کے مفسدین میں سے ایک بتایا ہے۔ اور اسی طرح اس کے دونوں بیٹوں علیؒ و محمدؒ کو: "کانا ایضاً من المفسدین فی الارض" لکھا ہے۔ جامع اللطیف میں جو کہ معظمہ کی مستند تاریخ ہے ان تینوں باپ بیٹوں کے بارے میں تحریر ہے: "ھما اقبح سیرۃ مع الناس" یعنی لوگوں کے ساتھ ان کی سیرتیں نہایت قبیح تھیں (ص۲۹۶) علامہ ابن خلدون کا بیان ہے

"حسین الافطس نے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں مکہ معظمہ پر قبضہ کر لیا اور خانہ کعبہ کا غلاف اتار کر دوسرا غلاف چڑھا دیا جس کو ابو السرایا نے کوفہ سے روانہ کیا تھا اور بنو عباسؓ کی امانتوں کے پیچھے پڑ گئے اور لوگوں کے مال واسباب کو بجبر وتعدی چھیننے لگے۔ تب اکثر اہل مکہ بخوف جان ومال مکہ چھوڑ کر بھاگ گئے اور اس کے ہمراہیوں نے حرم شریف کی جالیوں کو توڑ ڈالا، خود الافطس نے بھی کعبہ شریف کے ستونوں پر جس قدر سونا چڑھا ہوا تھا اس کو اتار لیا اور جس قدر نقد وجنس خانہ کعبہ کے خزانہ میں تھا نکال کے اپنے ہمراہیوں پر تقسیم کر دیا اس سے اہل مکہ کے دلوں پر بہت برا اثر پڑا۔" (ص۱۰ ترجمہ تاریخ ابن خلدون ج، کتاب ثانی مطبوعہ قیصر حیدر پریس)

شیعہ مورخ ونساب مولف عمدۃ الطالب نے بھی بیان کیا ہے کہ حسین الافطس نے

کعبہ کا مال اپنے تصرف میں کر لیا: "واخذ مال الکعبۃ" (ص۲۳۰) افطس کو جب ابو السرایا کے مارے جانے کی اطلاع ملی اور اسی کی امداد کے بھروسہ علم بغاوت بلند کیا تھا تو بہت گھبرایا۔ جناب جعفر (الصادقؒ) کے بیٹے محمد کے پاس آیا، وہ عالم فاضل نیک سیرت شخص تھے۔ اپنے ابتدائی زمانے میں محدث تھے، افطس نے ان سے کہا:۔

"لوگوں کے قلوب آپ کی طرف مائل ہیں، میں آپ کی بیعت کئے لیتا ہوں پھر کوئی شخص مخالفت نہ کرے گا۔"

محمد بن جعفر (الصادقؒ) نے پہلے تو انکار کیا مگر ان کا بیٹا علی برابر اس بات پر اصرار کرتا رہا، بالآخر ان لوگوں کے کہنے سننے سے وہ اپنے لئے بیعت خلافت لینے پر آمادہ ہو گئے اور یہ لوگ ان کو "امیر المومنینؒ" کہہ کر پکارنے لگے۔ علامہ ابن خلدون نے مزید لکھا ہے:۔

"بعد چندے محمد بن جعفر (الصادقؒ) کے لڑکے علی اور ابن الافطس نے ہاتھ پاؤں نکالے طرح طرح کی بد اعمالیاں کرنے لگے، زنا، اغلام اور سر بازار عورتوں کو بے عزت کرنا شروع کر دیا، حسین عورتوں کو اپنی عصمت کا بچانا دشوار ہو گیا جہاں کوئی خوبصورت عورت یا لونڈا نظر آ جاتا یہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑتے اور اپنی خواہش نفسانی پوری کرنے کی غرض سے جبراً پکڑ لے جاتے۔ لوگوں نے یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر ایک جلسہ کیا اور محمد بن جعفر (الصادقؒ) کے معزول کرنے، قاضی مکہ کے لڑکے کو واپس لینے پر متفق ہو گئے۔ قاضی مکہ کا لڑکا محمد بن جعفر (الصادقؒ) کے بیٹے علی کے مکان میں مقید تھا (ص۱۰۲ (ایضاً) تاریخ کامل ابن اثیر ج۶ ص۱۳۸) کے حوالے سے مترجم تاریخ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:۔

"لڑکے کا نام اسحٰق اور قاضی مکہ کا نام محمد تھا۔ اسحٰق ایک نوعمر حسین لڑکا تھا ایک روز بازار مکہ میں جا رہا تھا، اتفاق سے علی بن محمد بن جعفر (الصادقؒ) کی نظر پڑ گئی دیکھتے ہی رال ٹپک پڑی جھٹ پٹ اپنے دو چار ہم خیالوں کو بلا کے اسحٰق کو پکڑ لیا اور اپنا منہ کالا کرنے کو اپنے مکان میں یا بدست دگرے دست بدست دگرے اٹھا لے گیا۔ نعوذ باللہ (ص۱۰۲ ایضاً)

اسی سلسلہ میں ابن خلدون نے یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

"پس جب اہل مکہ نے محمد بن جعفر (الصادقؒ) کا مکان شور و غل مچاتے ہوئے گھیر لیا تو آپ لوگوں سے امن حاصل کر کے اپنے بیٹے کے مکان پر گئے اور اس لڑکے کو اپنے بیٹے سے لے کے ان لوگوں کے حوالے کر دیا

ترجمہ تاریخ ابن خلدون ج ۲ صـ۲۰۱ کتاب ثانی مطبوعہ قیصر ہند پریس الہٰ آباد ۱۹۰۴ء

مکہ معظمہ میں یہ واقعات ہو رہے تھے کہ اتنے میں باغیوں کی سرکوبی کے لئے خلیفہ عباسی کی فوج آگئی، باغیوں کو شکست ہوئی، محمد بن جعفر (الصادقؒ) نے امان کی درخواست پیش کی، امان دیدی گئی، وہ مکہ سے جحفہ کی جانب اور وہاں سے بلاد جہینہ کی طرف چلے گئے، لیکن کچھ دنوں بعد لشکر مجتمع کر کے مدینہ پر چڑھائی کی، والی مدینہ کے مقابلہ میں پھر شکست کھائی، اس لڑائی میں ان کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی تھی، ان کے ساتھیوں کی کثیر تعداد ہلاک ہوگئی تھی۔ مجبور ہو کر حج کے موقع پر مکہ آئے اور جو امور و افعال ان سے اور ان کے لواحقین سے سرزد ہوئے تھے اس کی معذرت کرتے ہوئے تقریر کی اور کہا کہ مجھے یہ غلط خبر ملی تھی کہ امیرالمومنین مامون الرشید کی وفات ہوگئی ہے۔ اس وجہ سے میں نے لوگوں سے اپنی بیعت لے لی تھی اب مجھ کو یہ صحیح خبر پہنچی ہے کہ امیرالمومنین حیات ہیں اس لئے میں اپنے کو معزول کرتا ہوں اور ان لوگوں کو جو میری بیعت میں ہیں اپنی بیعت سے سبکدوش کرتا ہوں۔ حج ادا کرنے کے بعد ان کو امیرالمومنین کی خدمت میں بھیج دیا گیا رحم دل خلیفہ نے ان کے قصور معاف کر دئے۔ علامہ ابن حزمؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے:۔

محمد ابن جعفر بن محمد بن علی بن الحسینؑ ادعی الخلافة بمکة ایام مامون ثم انخلع وبقی فی غمار الناس حتی مات والشیعة تلقبه الدیباجه لجمال وجهه (جمهرة الانساب ابن حزم صـ۵۳)	محمد بن جعفر (بن محمد بن علی بن الحسینؑ) نے مامون کے زمانہ میں دعوائے خلافت کیا پھر دست بردار ہو گئے اور اپنے مرنے تک لوگوں کے انبوہ میں چھپے رہے۔ شیعوں نے ان کا لقب بوجہ ان کے حسن صورت کے الدیباجہ رکھا۔

حسین الافطس کے بیٹے گرفتار ہو کر قتل ہوئے اور اس طرح ان مفسدین کی بغاوت کا خاتمہ ہوا اور اہالیان مکہ و مدینہ نے امن و امان کا سانس لیا اس تماش کے مفسدین

کی سزا دہی کو بھی خلفائے عباسی کے فرضی مظالم کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔

۲۰	علیؑ بن جعفر (الصادقؒ) بن محمد (الباقرؒ) بن علی (زین العابدینؒ)	۱۹۹ھ	بصرہ	امیرالمومنین مامون الرشید عباسیؒ
۲۱	زیدؒ النار بن موسیٰ (الکاظمؒ) بن جعفر (الصادقؒ)	"	"	" " " "
۲۲	ابراہیمؒ الجزار	" "	یمن	" " " "

ؒ جناب جعفر (الصادقؒ) کے یہ بیٹے ایک کنیز کے بطن سے تھے۔ علیؑ ھذا القائم بالبصرة لام ولد (جمهرة الانساب ابن حزم صـ۵۳) بصرہ کے مقام پر ۱۹۹ھ میں انہوں نے علم بغاوت بلند کیا، گرفتار ہو کر امیرالمومنین کے حضور میں پیش ہوئے۔ اعتراف جرم کے بعد رحم دل خلیفہ نے قصور معاف کر دیا۔ ان سے نسل باقی رہی مگران کے دوسرے بھائی عبداللہ بن جعفر (الصادقؒ) کی اولاد میں صرف ایک بیٹی فاطمہ نام تھیں وہ عباسی خاندان میں عباس بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد الامام بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ کو بیاہی گئیں (جمهرة الانساب ابن حزم صـ۵۳ و کتاب نسب قریش صـ۶۴) عباسی شوہر کے انتقال کے بعد علی بن اسمٰعیل بن جعفر (الصادقؒ) سے نکاح ہوا، اسمٰعیلی فرقہ کے بانی نے ابتدا ان ہی فاطمہ کے والد عبداللہ بن جعفر (الصادقؒ) سے اپنا انتساب نسب کیا تھا بعد میں جب اسے یہ پتہ چلا کہ ان عبداللہ کے سوائے ایک بیٹی کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی اپنا یہ انتساب ترک کر کے اسمٰعیل بن جعفر (الصادقؒ) سے اپنے کو منسوب کر دیا (جمهرة الانساب صـ۵۳)

ؒ موسیٰ (الکاظمؒ) کے فرزند زید کو ابو السرایا نے، جس کا ذکر ابن طباطبا کے حالات میں گزر چکا، اہواز کا عامل مقرر کیا تھا، طوائف الملوکی کے ایام میں انہوں نے بصرہ پر بھی چند روزہ تسلط قائم کر لیا، لوٹ مار اور قتل و غارت گری سے ایک قیامت برپا کر دی۔ عمدة الطالب کے شیعہ مولف نے ان کے بارے میں لکھا ہے:۔

احرق دور بنی العباس واضرم النار فی نخیلهم وجمیع	عباسیوں کے مکانوں کو آگ سے جلا ڈالا اور ان کے باغات اور کل اسباب و متاع

اسبابھم فقیل لہ زید النار (ص۲۰۹ طبع لکھنؤ)	کو نذر آتش کر دیا، اسی وجہ سے ان کو زید النار کہنے لگے۔

علامہ شبلیؒ ان لوگوں کی حرکات کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"خاندان عباسیہ پر عموماً سادات (بنو فاطمہ) کے قتل کا الزام لگایا جاتا ہے جو لوگ حجروں میں بیٹھکر اعتراض کے لئے قلم اٹھاتے ہیں وہ معذور ہیں لیکن جو شخص پولیٹکل ضرورتوں کا اندازہ داں ہے وہ اس اعتراض کو مشکل سے تسلیم کرے گا، سادات و علویین کو دو دن کے لئے زور ہو گیا تو ملک میں قیامت برپا ہو گئی۔ عباسی خاندان ان کی جانب سے کبھی مطمئن نہیں رہ سکتا تھا اور جو کچھ ان سے برتاؤ ہوا وہ اسی ضرورت سے ہوا"۔

(المامون ص۲۸)

بالآخر زید النار گرفتار ہو کر امیر المومنین کے حضور میں پیش ہوئے اور معافی قصور کے خواستگار ہوئے۔ رحم دل خلیفہ نے ایسے شخص کے قصور بھی معاف کر دئے جس نے ان کے اہل خاندان کے سیکڑوں مسکونہ مکانات، باغات اور کل مال و متاع کو نذر آتش کرنے کے سنگین جرائم کا ارتکاب کیا تھا۔ شیعہ مؤلف عمدۃ الطالب لکھتے ہیں کہ:۔

"زید النار جب گرفتار ہو کر امیر المومنین مامون الرشیدؒ کے حضور میں بمقام مرو پیش ہوئے انہوں نے ان کے بھائی علی (الرضاؒ) کے پاس بھیج دیا۔ اور جرم ان کا معاف کر دیا، مگر علی (الرضاؒ) کو ان کی حرکات سے اتنی ناگواری ہوئی کہ مدت العمر ان سے کلمہ کلام نہ کیا"۔

مؤلف مذکور کی عبارت یہ ہے:۔ وارسلہ الی المامون فادخل علیہ بمرو مقیداً فارسلہ المامون الی اخیہ علی الرضا ووھب لہ جرمہ وحلف علی الرضا ان لا یکلمہ ابداً وامر باطلاقہ (ص۲۱۰)	انہیں (زید النار کو) مامون کے پاس قید کر کے بھیجا گیا، وہ ان کے حضور میں بمقام مرو میں پیش ہوئے مامون (الرشید) نے ان کو ان کے بھائی علی رضا کے پاس بھیج دیا اور ان کا جرم بخش دیا۔ علی رضا نے قسم کھائی کہ ان سے کبھی کلام نہ کریں گے اور ان کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

عفو تقصیر کے بعد ایسے ظالموں کو بھی بغیر سزا چھوڑ دینا عباسی خلفاء کے فرضی مظالم کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔ زید النار نے امیر المومنین المستعین باللہ عباسیؒ کے عہد خلافت میں وفات پائی، ان کے گیارہ بیٹے تھے۔

؎ ۳۵ ان ابراہیم کو ابو السرایا نے یمن بھیجا تھا، وہاں کی چند روزہ حکمرانی کے ایام میں سفاکانہ حرکات کے ارتکاب سے الجزار (قصاب) کہلائے۔

یقال لہ الجزار لکثرۃ قتل من اھل یمن واخذ اموالھم۔ (ج۱ ص۲۴۹ البدایہ والنہایہ)	اہل یمن کو کثرت سے قتل کرنے اور ان کے اموال کو لوٹ لینے کی وجہ سے قصاب کہلائے۔

ان ابراہیم الجزار (قصاب) کے آٹھ بیٹے ہوئے جن میں سے ایک جعفر تھے جنہوں نے یمن میں بغاوت کی تھی ان کا حال آگے آتا ہے۔ دوسرے موسیٰ تھے ان کے تیس بیٹے ہوئے ان میں سے ایک کی نسل میں محمد الرضی اور علی المرتضیٰ دو بھائی فضائل علمی سے بہرہ ور اپنے زمانہ کے زبردست شاعر تھے شیعیت میں غلو رکھتے تھے۔ نہج البلاغہ ان ہی کی تصنیف ہے۔ ان ہی ابراہیم الجزار کے ایک بیٹے کا نام مروان تھا جن سے نسل چلی۔

۲۳	عبداللہؒ بن جعفر بن ابراہیم بن جعفر بن حسن بن الحسنؒ	؁۲۰۰ھ فارس	امیر المومنین الرشید عباسیؒ
۲۴	جعفر بن ابراہیم الجزار بن موسیٰ (الکاظم) بن جعفر (الصادقؒ)	؁۲۰۲ھ یمن	" " " "
۲۵	عبدالرحمٰن بن احمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علیؓ بن ابی طالب	؁۲۰۷ھ یمن	" " " "

؎ کان خرج ایام المامون الی فارس (مقاتل الطالبین ص۵۶۰) انہوں نے مامون (الرشید) کے عہد خلافت میں فارس میں خروج کیا۔ ان کے گھرانے کے تعلقات مصاہرت خلفائے عباسی کے خاندان سے چلے آتے تھے، ان کے دادا ابراہیم بن جعفر بن حسن مثنیٰ کی بہن ام حسن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ کی زوجہ تھیں، ان کے بطن سے

دو بیٹے جعفر و محمد اور چھ بیٹیاں ہوئیں (کتاب المعارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۲۴) بغاوت کی ناکامی کے بعد گرفتار ہو کر عباسی خلیفہ کے حضور میں پیش کئے گئے۔ بعد معافی تقصیرات ان کا وظیفہ بھی دربار خلافت سے مقرر ہوا. عباسی خلیفہ کے اِس ترحم اور فیاضانہ برتاؤ کو بھی ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲ اپنے والد ابراہیم الجزار کی بغاوت کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے بھی وہیں بغاوت کی مگر یہ بغاوت بھی ناکام رہی رحم دل عباسی خلیفہ نے جرم پوشی کی معاف کر دیا۔

۳ ۲۰۰ھ میں یمن کے مقام عکہ میں خروج کیا، خرج بالیمن علی المامون (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص۶۰) امیر المومنین کی جانب سے بذریعہ فوجی افسر دینار بن عبداللہ امان نامہ بھیجا گیا کہ اگر بغاوت سے بغیر قتال وجدال کے باز آجائیں جرم بغاوت معاف کیا جائے گا۔ انہوں نے اطاعت پر آمادگی کا اظہار کیا، سردار لشکر نے امیر المومنین کے حضور میں بھیجدیا، انہوں نے بغداد پہنچکر نہ صرف اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد کیا بلکہ عباسی سرکاری سیاہ لباس زیب تن کیا اور ہمیشہ اس کو پہنتے رہے (ج ۱۰ ص۲۶۰ البدایہ والنہایہ) علویوں کی ان مسلسل بغاوتوں کے پیش نظر امیر المومنین مامون الرشیدؒ نے حکم دیا تھا کہ علویین میں سے جو کوئی بھی دربار خلافت میں حاضر آئے وہ سرکاری سیاہ لباس پہن کر حاضر ہو۔ چنانچہ یہ سب حسنی و حسینی وظیفہ یافتگان بارگاہ خلافت سرکاری سیاہ لباس پہن کر آتے اور وظائف و عطایا سے سرفراز ہوتے۔

۲۶	محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن علی (زین العابدینؒ)	۲۱۹ھ طالقان	امیر المومنین المعتصم باللہ عباسیؒ
۲۷	محمد بن صالح بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن الحسنؓ	۲۳۳ھ حجاز	امیر المومنین المتوکل علی اللہ عباسیؒ

۱ حضرت علی بن الحسینؓ (زین العابدینؒ) کے پر پوتے عالم و فاضل شخص تھے اور ان کے گھرانے سے خلفائے عباسی کے خاندان کے مناکحت و مصاہرت کے تعلقات قدیم الایام سے قائم تھے۔ ان کے پردادا عمر بن علی (زین العابدینؒ) کی دختر خدیجہ یعنی حضرت علیؓ

(زین العابدینؒ) کی حقیقی پوتی محمد بن ابراہیم الامام بن محمد الامام بن علی بن عبداللہ بن العباسؓ کو بیاہی گئی تھیں۔ ان کے بطن سے اولاد بھی تھی (طبقات ابن سعد) اس خاندان کو دیگر افراد بنی ہاشم کی طرح وظائف کی معقول رقوم دربار خلافت سے ملتی رہتی تھیں مگر ایک مفسد نے یہ خیال ان کے دل میں راسخ کر دیا کہ آپ خلافت کے مستحق ہیں۔ خراسان سے جو لوگ ادائے حج کے لئے آتے اس مفسد کی ترغیب سے محمد بن قاسم کی بیعت کر لیتے ایسے لوگوں کی تعداد جب کافی ہوگئی تو یہ بھی ان لوگوں کے ساتھ خراسان چلے گئے اور وہاں کے مقام طالقان میں خروج کر بیٹھے، سرکاری فوج سے مقابلہ میں شکست کھائی اور میدان جنگ سے تن تنہا بھاگ پڑے لیکن گرفتار ہو کر امیر المومنین کے حضور میں پیش کئے گئے۔ رحم دل خلیفہ المعتصم باللہ نے جان بخشی کی مگر باحتیاط مزید محبوس کئے گئے۔ عید کے دن کسی حیلے سے قید خانہ سے فرار ہو گئے۔ مدتوں چھپتے پھرے اور اسی حالت میں دار الآخر کو سدھارے۔ علامہ ابن حزم ان کے حال میں لکھتے ہیں:۔

كان فاضلاً في دينه، يميل الى الاعتزال قام بارض طالقان فلما راى الامر لا يتم له الا بسفك الدماء هرب، فظفر به فبعث الى المعتصم فتحيل وهرب واستتر الى ان مات۔ (جمہرۃ الانساب ص۴۸)	وہ علوم دینیہ کے فاضل تھے، اور اعتزال کی جانب مائل تھے۔ طالقان میں (طلب حکومت کے لئے) کھڑے ہوئے جب یہ دیکھا کہ اس کا حصول بلا خون ریزی کے پورا نہ ہوگا وہ بھاگ کھڑے ہوئے مگر پکڑے گئے اور امیر المومنین المعتصم (باللہ عباسیؒ) کے پاس بھیجدئے گئے مگر پھر حیلہ کر کے فرار ہو گئے اور چھپتے پھرے حتیٰ کہ فوت ہو گئے۔

شیعی مؤلف عمدۃ الطالب نے لکھا ہے کہ یہ صوفی بھی تھے اور صوف کا لباس پہنتے تھے۔ یلبس الصوف (ص۲۹۶)
یہی مؤلف کہتے ہیں کہ قید خانہ سے جب فرار ہو کر پھر پکڑے گئے تو سزائے قتل کئے گئے (ص۲۹۷)

۵ انہوں نے امیر المومنین المتوکل علی اللہ عباسی علیہ الرحمہ کے عہد خلافت میں مقام سوقیہ نزد مدینہ خروج کیا اور جماعت کثیر اپنے ساتھ کرلی تھی کان

خرج بسوقیۃ وجمع للناس (مقاتل الطالبین ص۶۰) مگر انہیں ان کے چچا ہی نے گرفتار کرادیا، قید کی سزا ملی، قید خانہ میں بیٹھ کر امیر المومنین کی مدح میں متعدد قصائد لکھے، جن کے اشعار اغانی نے نیز بعض مورخین نے نقل کئے ہیں۔ اغانی نے جو اشعار نقل کئے ہیں ان میں سے پہلے دو شعر ان کے ایک قصیدے کے یہ ہیں:۔

یا ابن الخلائف والذین بہدیہم ؛ ظہر الوفاء وبان غدر الغادر

وابن الذین حووا تراث محمد ؛ دون الاقارب بالنصیب الوافر

بالآخر قید سے رہا ہوئے اور مدۃ العمر بغاوت کی کسی تحریک سے کوئی تعلق نہ رکھا اور خلفائے عباسی کے وفادار اور ہمیشہ ان کے مطیع رہے۔

۲۸	یحییٰ[۱] بن عمر بن زید بن علی (زین العابدینؑ)	۲۳۵ھ	بصرہ	امیر المومنین المتوکل علی اللہ عباسیؒ
۲۹	ابی الحسین یحییٰ[۲] بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید بن علی (زین العابدینؑ)	۲۵۰ھ	کوفہ	امیر المومنین المستعین باللہ عباسیؒ

۱؎ شیعوں کی ایک مفسد جماعت نے انہیں ورغلا کر خروج پر آمادہ کرلیا تھا، بصرہ میں اس خروج کی تیاریاں سب مکمل ہو چکی تھیں کہ عمالِ حکومت کو بروقت اطلاع مل گئی اور یہ گرفتار کرلئے گئے۔ باغیانہ سرگرمیوں کی پاداش میں اٹھارہ کوڑے لگے اور محبوس کئے گئے ان کے بارے میں علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔

۲۳۵ھ فیہا اُتی المتوکل بیحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب من بعض النواحی۔ وکان قد اجتمع الیہ قوم من الشیعۃ فامر بضربہ فضرب ثمانی عشرۃ مقرعۃ ثم حبس فی المطبق۔ (ج ۱۰ ص۳۱۲ البدایۃ والنہایۃ)

۲۳۵ھ میں خلیفہ المتوکل کے پاس یحییٰ بن عمر لائے گئے۔ ان کے پاس شیعوں کی ایک جماعت آکر جمع ہو گئی تھی (خروج کریں) خلیفہ نے کوڑے مارنے کی سزا دی ان کے اٹھارہ کوڑے لگے پھر قید کردئے گئے۔

۲؎ یہ یحییٰ بن عمر حضرت علی (زین العابدینؑ) کے ایک اور پوتے عمر بن یحییٰ کے فرزند

اپنے دادا کے ہمنام تھے، ان کے متعدد بزرگوں کے خروج خلفائے بنی امیہ کے مقابلہ میں ناکام رہے تھے، ان ناکام خروجوں کے تقریباً سوا سو برس بعد انہوں نے اپنے ہی خاندان بنی ہاشم کے خلفاء کے خلاف خروج کردیا۔ بذات خود عالم فاضل مسلکاً مالکی تھے اور جملہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام کرتے تھے ان کے اخلاف اہل سنت والجماعت کے مسلک پر قائم رہے، چنانچہ عمر بن ابراہیم، ابو البرکات متوفی ۵۳۹ھ جو انہی کے واسطوں سے یحییٰ بن حسین کی اولاد میں تھے اپنے زمانہ کے جید سنی عالم تھے (ج ۱۲ ص۲۱۹ البدایہ) انکے گھرانے کے بھی تعلقات معاصر خلفائے عباسی کے خاندان سے برابر چلے آتے تھے یحییٰ بن حسین مذکور کی حقیقی بہن میمونہ جو حضرت علی (زین العابدینؑ) کی حقیقی پوتی تھیں امیر المومنین مہدی باللہ عباسیؒ کی زوجہ محترمہ تھیں (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص۵۵) یحییٰ کی سکونت کوفہ میں تھی طلب خلافت کا سودا ان کے سر میں ایسا سمایا کہ بقول ابن خلدون بادیہ نشینان عرب اور اہل کوفہ کی جمعیت کو اپنے ساتھ کرکے جیل کا دروازہ توڑ ڈالا اور قیدیوں کو جیل سے نکال کر اپنے ساتھ ملا لیا، سرکاری دفاتر جلا کر خاک سیاہ کردئے اور بیت المال کے دروازے توڑ کر دو ہزار دینار سرخ اور ستر ہزار درہم لوٹ لئے۔ سرکاری لشکر سے بالآخر شکست کھائی۔ ان کے ساتھیوں کی کثیر جماعت ہلاک ہوئی۔ ان سے کوئی عقب نہیں لیس لیحییٰ بن عمر بن یحییٰ عقب (عمدۃ الطالب ص۲۶۴) مگر ان لوگوں کو بھی جنہوں نے بیت المال کی کثیر رقوم لوٹ لیں۔ سرکاری دفاتر جلا ڈالے۔ مظلوموں کی فرضی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔

۳۰	حسن[۱] بن زید بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن بن زید بن الحسنؑ	۲۵۰ھ	دیلم	امیر المومنین المستعین باللہ عباسیؒ
۳۱	محمد[۲] بن زید بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن بن زید بن الحسنؑ	۲۵۰ھ	طبرستان	؍
۳۲	محمد بن جعفر بن حسن بن عمر بن علی (زین العابدینؑ)	۲۵۰ھ	فارس	؍
۳۳	محمد بن علی بن حسین الصغیر بن علی (زین العابدینؑ)	۲۵۰ھ	الرسّ	؍

۱؎ [illegible] حضرت حسن بن علیؓ کے ایک صاحبزادے زید تھے وہ بھی اپنے چچا حضرت حسینؓ کے خروج میں ساتھ تھے، لیکن اپنے بھائی حسن مثنیٰ کی طرح صحیح سلامت واپس آگئے

تھے (مقاتل الطالبین ص۱۱۹)۔ ان زید کے ایک بیٹے کا نام حسن تھا اور یہ حسن بن زید بن الحسنؓ امیر المومنین ابوجعفر المنصور عباسیؒ کے عہدِ خلافت میں پانچ سال تک امیر مدینہ رہے تھے۔ شیعی مؤلف عمدۃ الطالب ان کے حالات میں لکھتے ہیں:۔

كان امير المدينة من قبل المنصور الدوانيقي وعمل له غير المدينة ايضًا وكان مظاهرًا لبني عباس على بني عمه الحسن المثنى وهو اول من لبس السواد من العلويين۔

(ص۴۹ طبع اول مطبوعہ لکھنؤ)

وہ المنصور دوانیقی[۱] کی جانب سے امیر مدینہ تھے اور مدینہ کے علاوہ کئی اور جگہ کے بھی عامل رہے، وہ اپنے ابن عم حسن مثنیٰ کی مخبری اور جاسوسی بنی عباس سے کیا کرتے تھے اور علویوں سے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سیاہ لباس (عباسیوں کا سرکاری لباس) پہنا تھا۔

حسن مذکور کی، ایک بیٹی اور آٹھ بیٹے تھے۔ بیٹی کا نام ام کلثوم تھا وہ پہلے خلیفہ عباسی امیر المومنین ابوالعباس عبداللہؒ کی زوجہ تھیں اور ان سے عباسی خلیفہ کے دو بیٹے ہوئے (ج۳، ص۶۱ طبری) حسن مذکور کے بڑے بیٹے ابو محمد قاسم تھے۔ ان کی والدہ ام سلمہ بنت حسین بن الحسن بن علیؓ تھیں۔ یہ بڑے بیٹے عابد و زاہد تھے۔ اور خلفائے بنی عباسؓ کے خاص طرفدار، شیعی مؤلف عمدۃ الطالب نے ان پر خلفائے بنی عباسؓ کی جاسوسی کا اتہام لگایا ہے اور لکھا ہے کہ:۔

وكان زاهدًا عابدًا ورعًا الا انه كان مظاهرًا لبني عباس على بني عمه الحسن المثنى۔ (ص۵)

یہ زاہد و عابد اور متقی تھے سوائے اس بات کے کہ وہ اپنے بنو عم اولادِ حسن مثنیٰ کی جاسوسی بنو عباسؓ (کے خلفاء سے) کیا کرتے تھے۔

---

۱ شیعہ مولفین امیر المومنین ابوجعفرؒ کے اسم گرامی کے ساتھ "دوانقی" کا لفظ بالعموم تحقیر کے لئے لکھتے ہیں: "دوانق" ایک سکہ دمڑی کا تھا۔ امیر المومنین موصوف سلطنت کے حسابات کی جانچ پڑتال اہتمام سے کرتے اور اخراجات میں کفایت شعاری ملحوظ رکھتے تھے دشمنوں نے "دوانقی" تنقیصًا ان کے نام کے ساتھ لکھنا شروع کردیا۔

دوسرے بیٹے ابوالحسن اسحٰق کوکبی تھے جو امیر المومنین ہارون الرشیدؒ کی مصاحبت میں رہتے تھے اور عباسی خلافت کے خلاف طالبی خاندان کے افراد کی باغیانہ کارروائیوں کی اطلاع دیتے رہتے تھے اور ان ہی کے مشورے سے ان لوگوں کو سزائیں بھی دی جاتی تھیں۔ شیعی مؤلف عمدۃ الطالب ان کی وفادارانہ خدمات کو مسخ کرکے ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:۔

وكان مع الرشيد قيل انه كان يسعى بآل ابي طالب اليه وكان عينًا لرشيد عليهم وسعى بجماعة من العلويين اليه وقتلوا ابرآئه ..... وكان لا يفارقه السواد ليلا ولا نهارًا۔ (ص۵)

وہ (خلیفہ ہارون) الرشید کی مصاحبت میں تھے کہتے ہیں کہ وہ آل ابی طالب کی ان سے مخبری کیا کرتے تھے وہ (ہارون) الرشید کی طرف سے ان پر جاسوس تھے انہوں نے علویوں کی ایک جماعت کی جاسوسی کی جو ان ہی کی رائے سے قتل ہوئے..... وہ سیاہ (سرکاری) لباس دن رات پہنے رہتے اسکو کبھی جدا نہ کرتے۔

حسن بن زید بن الحسنؓ کے آٹھ بیٹوں میں سے چار بھائیوں کی اولاد میں سے متعدد اشخاص نقل مکانی کرکے سجستان و رے و طبرستان و مرو و جرجان و بلخ و دیلم میں باوقات مختلف مسکن گزین ہوئے۔ منجملہ ان اشخاص کے حسن بن زید و محمد بن زید ابنائے زید بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن بن زید بن الحسنؓ مقام رے میں ساکن تھے، اس زمانہ میں طبرستان کے والی سے وہاں کے باشندوں کو شکایات پیدا ہوئیں، ان لوگوں نے محمد بن ابراہیم علوی سے جو وہاں مقیم تھے دعوے امارت کے ساتھ کھڑے ہوجانے کو کہا انہوں نے انکار کیا اور کہا رے پہنچکر حسن بن زید کو آمادہ کرو۔ طبرستانی وفد حسن مذکور کے پاس پہنچا وہ آمادہ ہو گئے اور ۲۵۰ھ میں اہالیان طبرستان کی مدد سے خروج کیا اور اپنی حکومت قائم کرلی۔ شیعوں نے ان کو الداعی الکبیر کا لقب دیا ہے۔ انیس برس آٹھ مہینے حکمراں رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی محمد نے جن کو الداعی الصغیر کہا گیا ہے۔ سترہ برس تک اس علاقہ پر سیاسی تسلط قائم رکھا۔ ۲۸۷ھ میں عباسی خلافت کے لشکر سے مقابلہ ہوا۔ محمد بن زید مع اپنے ساتھیوں کی کثیر تعداد کے مقتول ہوئے۔ ان دونوں بھائیوں نے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے خاندانی ونسبی

عصبیت کو ہوا دی اور خلافت پر اپنا حق مرجح ثابت کرنے کا پروپگنڈہ کیا اسی پروپگنڈے سے اس علاقہ میں شیعی عقائد کی مسلسل تبلیغ ہو کر اہالیان طبرستان کی اکثریت اس مسلک پر قایم ہو گئی۔ محمد بن زید کے زمانہ کا ایک لطیفہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ دو شخص جن میں سے ایک کا نام علی تھا اور دوسرے کا معاویہ اپنے تنازعہ کے تصفیہ کے لئے ان کے پاس حاضر ہوئے۔ محمد بن زید نے فریقین کے نام سنتے ہی کہا کہ تمہارے معاملہ کا فیصلہ تو تمہارے ناموں ہی سے ہو جاتا ہے جس کا نام معاویہ تھا اس نے عرض کیا کہ امیر کو ہمارے ناموں سے مغالطہ نہ ہونا چاہئے۔ میرے باپ نے جو کبار شیعہ میں سے تھا میرا نام تقیۃً یہ معاویہ رکھا۔ کیونکہ ہمارے یہاں سنیوں کو غلبہ حاصل تھا اور میرے مخالف کے باپ نے بھی جو کبار نواصب میں سے تھا شیعوں کی مداراۃ میں اپنے بیٹے کا نام یہ علی رکھا۔ محمد بن زید اس لطیفہ پر ہنس پڑے اور ان کے معاملہ کا تصفیہ انصاف سے کر دیا۔ ان کے بڑے بھائی بھی فضیلت علمی سے بہرہ اور اچھی صفات کے حامل تھے۔ ایک شاعر نے ان کی مدح میں قصیدہ کہا تھا جس کے ایک شعر کا مصرعہ تھا :-

اللہ فردٌ و ابن زید فرد (اللہ بھی یکتا ہے اور ابن زید بھی یکتا)

حسن بن زید نے یہ مصرعہ سنتے ہی فرمایا تیرے منہ میں خاک، یوں کہو :-

"اللہ فردٌ و ابن زید عبدٌ" (اللہ یکتا ہے اور ابن زید بندہ)

مگر سیاسی اقتدار کے قیام اور اس کے حصول میں ان سے ایسی لغزشیں ہوئیں کہ رفتہ رفتہ ان کے اخلاف نو مسلم و ضعیف الاعتقاد طبرستانی عجمیوں اور دیلمیوں میں اس طرح گھل مل گئے کہ ان کے ناموں تک میں "کار" و "کیار" و "ابو لکا" نام ہونے لگے، مثلاً ابو لکا بن حسن بن محمد بن جعفر "یا کارو کیار" بنائے طاہر بن احمد بن محمد بن جعفر" شخصیت پرستی: سب سلف اور رفض کو ایسا فروغ اس علاقہ میں ہوا کہ اسلامی تعلیمات کا چہرہ مسخ ہو گیا۔ مورخ ابن جریر طبری کا خاندان اسی علاقہ کا غالی رافضی خاندان تھا علامہ ابن حزمؒ حسن بن زید اور ان کے بھائی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :-

ھما غیّر نعم اھلھا واذھبا
بھجۃ البلد وکانا من کبار فساق
دھما کانا السبب فی تولی الدیلم
بلاد اسلام لانھما استجاشا بالدیلم
(جمہرۃ الانساب ص۳۵)
.. ..

ان دونوں نے (طبرستان) کے باشندوں کی خوش حالی کو بدل ڈالا۔ اس علاقہ کی بہجت و شادمانی جاتی رہی۔ یہ دونوں بڑے فاسقوں میں سے تھے اور یہی اسلامی ممالک پر دیلمیوں کے تسلط کے موجب ہوئے کیونکہ انہوں نے ان دیلمیوں سے فوجی امداد طلب کی تھی۔

۵۳ بغاوت کے ارتکاب میں عساکر خلافت کے ہاتھ اسیر ہو کر سزایاب ہوئے ص۱۱۱ ج۱۱ طبری۔

۵۴ حضرت علی (زین العابدینؒ) کے پوتے اپنے بنو عم میں سے ادریس بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ کے ساتھ ہو کر "الرضا من آل محمد" کے نعرہ کے ساتھ بعد نماز عید خروج کر بیٹھے۔ موسیٰ بن بغا الکبیر خلافت کے ایک ترکی سردار نے ان کو ہزیمت دی۔ احمد بن عیسیٰ بھاگ کر قزوین پہنچے۔ ۲۵۲ھ میں دیلم کے ایک سردار سے مدد طلب کر کے اور حسن بن احمد کوکبی کی معیت میں بلاد رے پر یورش کی۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔ افواج خلافت سے شکست کھا کر گرفتار ہوئے اور نینیا پور بھیجے گئے۔

(ص۱۵۲ ج۱۱ طبری)

۳۴	ادریس بن موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ۔	۲۵۰ھ الرے	امیر المومنین المستعین باللہ عباسی
۳۵	عبد اللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر طیار۔	۲۵۰ھ زنجان	، ، ، ،
۳۶	حسین کوکبی بن احمد بن اسمٰعیل بن محمد بن اسمٰعیل الارقط بن محمد بن عبد اللہ بن علی (زین العابدین)	۲۵۱ھ قزوین	، ، ، ،

۳۷	ابراہیم[لہ] بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن عبیداللہ بن حسن بن عباس بن علیؓ بن ابی طالب	۲۵۱ھ قزوین	امیرالمومنین المستعین باللہ عباسیؒ
۳۸	حسین[۵۵] الحرون بن محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن حسین بن علی (زین العابدینؒ)	۲۵۱ھ کوفہ	″ ″ ″ ″
۳۹	ابواحمد[۵۵] محمد بن جعفر بن حسن بن جعفر بن حسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب۔	۲۵۱ھ ″	″ ″ ″ ″

لہ یہ احمد بن عیسیٰ (۳۳) کے ساتھ شریک بغاوت تھے۔

۳۲ یہ حسین کوکبی حضرت علی بن الحسینؒ (زین العابدینؒ) کے فرزند عبداللہ الارقط برادر حقیقی محمد (الباقرؒ) کی اولاد سے تھے۔ ابن حزمؒ نے عبداللہ کا لقب الارقط لکھا ہے، شیعہ نسابین نے در الباہر؛ اور ان کے فرزند محمد کا الارقط چنانچہ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ ان کا کچھ جھگڑا اپنے عم جعفر (الصادقؒ) سے تھا ان کی بددعا سے محمد مذکور کا چہرہ بگڑ گیا اس لئے محمد الارقط کہلائے (عمدۃ الطالب ص۲۴۲)

دوسری روایت یہ ہے کہ چیچک کے داغ چہرے پر زیادہ ہونے سے کریہہ المنظر تھے۔ ان کے گھرانے کے تعلقات مصاہرت و مناکحت خلفائے عباسی کے خاندان سے شروع ہی سے تھے۔ حضرت علی بن الحسین (زین العابدینؒ) کی تین بیٹیاں منجملہ سات دختران کے عباسی خاندان میں بیاہی گئی تھیں یعنی ام موسیٰ (اور بقول مؤلف کتاب نسب قریش ام الحسن) بنت علی بن الحسینؓ (زین العابدینؒ) داؤد بن علی بن عبداللہ بن العباسؓ کی زوجیت میں تھیں ان کے بطن سے ایک بیٹی کلثوم اور ایک بیٹے موسیٰ بن داؤد عباسی ہوئے۔ حضرت علیؓ (زین العابدینؒ) کے یہ عباسی نواسے فضیلت علمی سے بہرہ ور محدث تھے اور ان کے پوتے عبداللہ بن محمد بن موسیٰ عباسی بھی محدث ہوئے وہ طبرستان و جرجان کے عہدہ قضا پر مامور رہے ان کے دوسرے بھائی صالح بن محمد بن موسیٰ عباسی امیرالمومنین ہارون الرشیدؒ کے عہد میں بصرہ کے والی تھے حضرت علی (زین العابدینؒ) کی دوسری دختر فاطمہ بھی اپنی بہن ام موسیٰ کے انتقال کے بعد اپنے ہی بہنوئی داؤد بن علی عباسی کے نکاح میں آئیں اور تیسری صاحبزادی ام الحسین ابراہیم الامام بن محمد الامام بن علی بن عبداللہ العباسؒ

کی زوجہ تھیں۔ ان سے ان کے اولاد بھی ہوئی (جمہرۃ الانساب ابن حزم ص۳۶) ان محمد بن عبداللہ الارقط کی بہن کلثوم بنت عبداللہ الارقط بن علی بن الحسینؓ اسمٰعیل بن علی بن عبداللہ بن العباسؓ کی زوجہ تھیں۔ (کتاب نسب قریش ص۶۴) اسی طرح کے اور رشتے تھے جن کا بیان موجب طوالت ہے۔ باوجود ان تعلقات مصاہرت کے محمد بن عبداللہ الارقط مذکور کے پوتے حسین بن احمد مذکور نے اپنے دوسرے افراد خاندان کی سازش سے ۲۵۱ھ میں اور بروایت عمدۃ الطالب ۲۵۵ھ میں بمقام قزوین علم بغاوت بلند کیا، سرکاری فوج کے مقابلہ میں شکست کھاکر فرار ہوتے اور حسن بن زید کے پاس طبرستان پہنچے لیکن کچھ عرصہ بعد مقتول ہوئے۔

اسی بغاوت میں ابراہیم بن محمد بھی تھے جو عباس بن علی بن ابی طالب کے اخلاف میں سے تھے، ان کے جد امجد عبیداللہ بن حسن امیرالمومنین مامون الرشیدؒ کے عہد میں مکہ و مدینہ کے عامل اور قاضی بھی رہے تھے اور ان ہی کے بنو اعمام میں عبداللہ بن عباس بن قاسم بن حمزہ بن حسن بن عباس بن علی امیرالمومنین موصوف کے مصاحب بھی تھے۔ ابراہیم بن محمد تو اسی معرکہ قتال میں کام آئے۔

۵۵ حسین الحرون اور ابواحمد محمد نے کوفہ میں خروج کیا، ابواحمد مذکور کے چچا عبیداللہ بن حسن بن جعفر امیرالمومنین مامون الرشید کے عہد میں اول کوفہ کے اور بعد میں مکہ کے عامل رہے اور ان کے دادا کی زوجہ سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ کی ایک بیوہ تھیں جن سے اولاد بھی تھی۔ ان رشتوں کے باوجود بغاوت کی اور مع اپنے ساتھیوں کی کثیر تعداد کے مارے گئے۔ فھزمھم العلوی و قتل من اصحابہ بشر کثیر ص۹ ج۱۱ البدایہ و ص۱۲۵ ج۱۱ طبری۔

۴۰	اسمٰعیل[لہ] بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن الحسن بن علیؓ بن ابوطالب	۲۵۱ھ مکہ معظمہ	امیرالمومنین المستعین باللہ عباسیؒ
۴۱	الاخیضر[لہ] محمد بن یوسف بن ابراہیم بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن الحسنؓ علیؓ بن ابی الوطالب	۲۵۱ھ یمامہ	″ ″ ″ ″

لہ انہوں نے اپنے ایام بغاوت میں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ اور جدہ میں نہ صرف گورنر مکہ اور ان کے طرفداروں کے مکانات لوٹ لئے بلکہ کعبہ کا وقفی خزانہ اور جو سونا چاندی اس میں تھا وہ سب بھی لوٹ لیا اور کعبہ کا غلاف تک اتار لیا۔ (واخذ مافی الکعبۃ من الذھب والفضۃ والطیب وکسوۃ الکعبۃ (البدایہ والنہایہ ج صفحہ) وطبری ج ۱۱ ص ۱۳۶) اہالیان مکہ سے دو ہزار اشرفیاں زبردستی وصول کیں پھر مکہ سے مدینہ جا کر اسی قسم کے مظالم کئے۔ مدینہ سے واپس ہو کر جدہ میں تاجروں کا مال و متاع بھی لوٹ لیا۔ ۵۷ دن اس شخص کا تسلط رہا اس عرصہ میں لوگ بھوک پیاس سے مرنے لگے۔ روزانہ ضروریات کی اشیاء کی دستیابی محال ہو گئی۔ پینے کے پانی کی ایک صراحی تین درہم کو ملتی تھی۔ یہ زمانہ حج کا تھا ایک ہزار سے زیادہ حاجیوں کو قتل کر کے ان ظالموں نے ان کا روپیہ اور اسباب بھی لوٹ لیا، وقتل الحجیج الفا ومائۃ وسلبھم اموالھم (البدایہ والنہایہ ج صفحہ وطبری ج ۱۱ ص ۱۳۷) شیعی مؤلف عمدۃ الطالب کی عبارت کا بھی یہی کچھ مفہوم ہے۔ واعترض الحجاج فقتل منھم جمعا کثیرا ونھبھم ص ۲) حاجیوں کے قافلے کا راستہ روک لیا ان کی کثیر تعداد قتل کر ڈالی اور ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ ان مفسدین کی دہشت سے نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ادائے فریضہ نماز کے لئے کوئی ایک شخص بھی اس عرصہ میں مسجد نبوی میں نہ جا سکا اور نہ وہاں نماز جماعت ہو سکی۔ علامہ ابن حزمؒ نے اسمٰعیل مذکور کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

وھو الذی حاصر المدینۃ حتی مات اھلھا جوعا ولم یصل احد فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	یہی ہے وہ جس نے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا یہاں تک کہ لوگ بھوک پیاس سے مرنے لگے اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی ایک شخص بھی نماز نہ پڑھ سکا۔

لشکر خلافت کے پہنچنے پر اس بغاوت کا خاتمہ ہو کر لوگوں کو عذاب سے نجات ملی اور یہ شخص بھی اسی زمانہ میں چیچک کی وبا سے جلد ہلاک ہو گیا۔ فاھلکہ اللہ عاجلا کیا اس قماش کے لوگوں کو سزا دینا بھی عباسیوں کے فرضی مظالم کی فہرست میں شامل ہے۔

لہ یہ الاخیضر اپنے بھائی اسمٰعیل سے عمر میں بیس برس بڑے تھے۔ انہوں نے یمامہ میں سیاسی اقتدار حاصل کر لیا اور چند نسلوں تک انکی اولاد میں وہاں کی حکومت قائم رہی ان کا مستقر

"الخضرمۃ" تھا۔

شیعی مؤلف عمدۃ الطالب ان کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

وقام بعدہ (ای اسمٰعیل بن یوسف) اخوہ محمد بن یوسف بعد وفاتہ وازری علی فعلہ فی السفک والنھب والفساد فارسل المعتز بالسفاح الاشروسی فی عسکر ضخم فھرب محمد منہ وسار الی الیمامۃ فملکھا وملکھا اولادہ بعدہ۔ (ص ۹۲)	اسمٰعیل بن یوسف کی وفات کے بعد اس کا بھائی محمد بن یوسف اٹھا اور اس نے بھی خونریزی لوٹ مار اور فساد ترک نہ کیا (خلیفہ) المعتز (باللہ) نے فوجی افسر سفاح اروشی کو فوج گراں کے ساتھ بھیجا محمد مذکور اس کے مقابلہ سے بھاگ کر یمامہ چلا گیا وہاں حکومت قائم کی جو اس کے بعد اس کی اولاد میں رہی۔

۴۲	عبداللہ[1] بن احمد بن محمد بن ابراہیم الارقط بن محمد بن علی (زین العابدینؒ) بن الحسین بن علی بن ابی طالب	۲۵۲ھ	کوفہ	امیر المومنین المستعین باللہ عباسیؒ
۴۳	محمد[2] الاکبر بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن الحسن بن علی بن ابی طالب	۲۵۴ھ	مدینہ	امیر المومنین المہتدی باللہ عباسیؒ
۴۴	عیسیٰ بن جعفر حسینی	۲۵۵ھ	کوفہ	"
۴۵	علی بن محمد بن احمد بن علی بن عیسیٰ بن زید بن علی (زین العابدینؒ) بن الحسین بن علی بن ابی طالب	۲۵۶ھ	"	امیر المومنین المعتمد علی اللہ عباسیؒ
۴۶	علی بن زید بن حسین بن زید بن علی (زین العابدینؒ)	"	"	"

لہ جناب محمد الباقرؒ کے چار بیٹوں میں ایک ابراہیم تھے ان کے پوتے عبداللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم مذکور نے ۲۵۲ھ میں خروج کیا مگر ناکام رہ کر مارے گئے ان سے کوئی نسل نہیں چلی۔

لہ عمدۃ الطالب نے ان کا لقب "الثائر" لکھا ہے اور کہا ہے کہ خلیفہ المعتز باللہ عباسیؒ کے زمانہ میں مدینہ میں خروج کیا خرج بالمدینۃ فی ایام المعتز (عمدۃ الطالب ص ۱۱۱) ناکام رہ کر کیفر کردار کو پہنچے۔

؎ طبری وغیرہ نے ان کا پورا سلسلہ نسب درج نہیں کیا صرف یہ لکھا ہے کہ ۲۵۵ھ کے ماہ رجب کی دو راتیں باقی تھیں جو کوفہ میں عیسیٰ بن جعفر حسینی اور علی بن زید حسینی نے خروج کیا اور سرکاری فوج کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی۔

؎ طبری نے "اول خروج علوی بالبصرۃ" کے عنوان سے اس شخص کی بغاوت کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کا دعویٰ نسب صحیح نہیں تھا وہ عبد القیس کے قبیلہ سے تھا عجمی موالیو اور حبشیوں کی بڑی کثیر جماعت کو اپنے ساتھ ملا کر برسوں تک حکومت وقت کے خلاف معرکہ آرائی کرتا رہا، چونکہ وقتاً فوقتاً بعض علوی نسب اشخاص بھی اس کے ساتھ ہوتے رہے اس لئے یہاں اس کے نام کا اندراج کیا گیا اس کا ذکر مدعیان علویت کے ضمن میں کیا گیا ہے۔

؎ علی بن زید طالبی نے ۲۵۶ھ میں کوفہ میں خروج کیا۔ سرکاری فوج کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی اور اس کے ساتھیوں کی بڑی تعداد مقتول ہوئی (طبری ج ۱۱ ص ۲۱۳) علی بن زید بھاگ کر حبشیوں کے سردار کے پاس جو "صاحب الزنج" کہلاتا تھا بصرہ میں جا پہنچے مگر اس نے مدد دینے کے بجائے ان کو قتل کرکے ان کی ایک محبوبہ کنیز کو جس کا نام راتب تھا اپنے تصرف میں کر لیا (جمہرہ ابن حزم ص ۵۵)

۴۷	؎ محمد بن حسن بن محمد بن ابراہیم بن حسن بن زید بن الحسن بن علیؓ بن ابی طالب	۲۵۶ھ مدینہ	امیر المومنین المعتمد علی اللہ عباسی	
۴۸	ابراہیم ؎ بن محمد بن جعفر بن عبد اللہ العقیقی بن حسین بن علی (زین العابدینؒ) بن الحسین بن علیؓ بن ابی طالب	مصر	”	”
۴۹	حسن ؎ بن محمد بن جعفر بن عبد اللہ العقیقی بن حسین بن علی (زین العابدین) بن الحسین بن علیؓ بن ابی طالب	۲۶۶ھ طبرستان	”	”
۵۰	احمد ؎ بن محمد بن اسمٰعیل بن حسن بن زید بن الحسن	۲۶۷ھ مدینہ	امیر المومنین المعتمد علی اللہ عباسیؒ	
۵۱	علی ؎ بن احمد	”	”	”

؎ مدینہ میں خروج کیا، نہایت بداعمال اور فاسق تھا مسجد نبوی میں بیٹھ کر دن دہاڑے شراب نوشی اور بدفعلیاں کرتا۔ علامہ ابن حزم اس کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

وکان من افسق الناس، شرب الخمر علانیۃ فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہاراً وفسق فیہ بفتیۃ لبعض اہل المدینۃ رحمہ اللہ۔ وقتل اہل المدینۃ بالسیف والجوع وکان قیامہ ایام المعتمد وقتل اہل المدینۃ ولم یصل بہا طول مدتہ فیہا جمعۃ ولا جماعۃ (جمہرۃ ابن حزم ص ۴۳ سطر ۱۴)	یہ نہایت درجہ فاسق تھا، دن میں مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر علانیہ شراب پیتا اور بعض اہل مدینہ کی چھوکریوں سے فسق و فجور کا ارتکاب کرتا۔ اہل مدینہ کو بھوک پیاس سے مار ڈالا۔ وہ (خلیفہ) المعتمد باللہؒ کے عہد میں بغاوت کے لئے کھڑا ہوا، اہل مدینہ کو قتل کیا اور اس تمام مدت میں جمعہ اور جماعت کی نماز مسجد نبوی میں ادا نہ کی جا سکی۔

خلافت کے لشکر نے جلدی اس کا خاتمہ کر دیا۔ خسر الدنیا والآخرۃ۔

؎ ان کا لقب "ابن صوفی" تھا۔ ان خلدون کا بیان ہے کہ:۔

"۲۵۶ھ میں ابراہیم بن محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ بن محمد حنفیہؒ معروف بہ ابن صوفی کا مصر میں ظہور ہوا۔ آل محمد کی حمایت کی لوگوں کو دعوت دینے لگا۔ بلاد صعید کے چند قصبات پر قابض و متصرف ہو گیا۔ احمد بن طولون (والی مصر) نے ایک لشکر مصر سے روانہ کیا۔ ابن صوفی نے اس کو ہزیمت دے کے اس کے سپہ سالار کو قتل کر ڈالا، دوسرا لشکر آیا مقام اخمیم میں صف آرائی ہوئی ابن صوفی کو ہزیمت ہوئی" (ص ۳۱۱ ترجمہ ابن خلدون ج کتاب ثانی)

؎ حضرت علیؓ (زین العابدینؒ) کے ایک فرزند حسین تھے جو اپنی ایک ٹانگ کے نقص کی وجہ سے "اعرج" کہلاتے تھے۔ ان کے سات بیٹے اور ایک بیٹی تھیں۔ بیٹی کا نام زینب تھا جو امیر المومنین ہارون الرشیدؒ کے عقد میں آئیں۔ بیٹوں میں ایک عبد اللہ العقیقی تھے جن کے پوتے نے طبرستان میں لوگوں کو یہ کہہ کر بیعت پر آمادہ کیا کہ حسین بن زید قید ہو گئے ہیں، اب اور کوئی میرے سوائے خلافت کے لئے کھڑے ہونے کو موجود نہیں، لوگوں نے ان کی بیعت کر لی، اگر حسین بن زید کو جیسے ہی اس کی اطلاع ملی انہوں نے ان پر چڑھائی کرکے قتل کرا دیا (جمہرہ ابن حزم ص ۴۲) سیاسی اقتدار کے حصول میں نسب و رشتہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ یہاں ایک حسینی نے دوسرے کو ہلاک کروا دیا۔

؎ ۲۶۷ھ میں مدینہ منورہ میں حسن بن زید کی اولاد میں سے ان دونوں باپ بیٹوں نے غلبہ حاصل

کرکے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ نواح مدینہ میں سخت خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ علامہ ابن حزمؒ نے اولاد حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ کانت بینھم وبین بنی الحسن بن علیؑ حروب عظیمۃ ودماء۔ ص۶۳ (یعنی ان جعفریوں اور حسن بن علیؓ کی اولاد میں عظیم لڑائیاں اور خونریزی ہوئی۔ علامہ ابن کثیر نے نام کی صراحت نہیں کی لیکن بیان کیا ہے کہ حسن بن زید جنہوں نے طبرستان میں غلبہ حاصل کرلیا تھا، ان کی اولاد میں سے ایک شخص نے مدینہ پر غلبہ حاصل کرلیا

وتقلب علیھا (المدینۃ) رجل من اھلبیت من سلالۃ الحسن بن زید الذی تغلب علی طبرستان، وجرت شرور کثیرۃ ھنالک بسبب قتل الجعفریۃ والعلویۃ (ج۱۱ ص۳۹ البدایہ)

حسن بن زید جنہوں نے طبرستان پر غلبہ حاصل کرلیا تھا، ان کی اولاد میں سے ایک شخص نے مدینہ پر غلبہ کرلیا اور وہاں بوجہ جعفریوں اور علویوں کے قتال کے بہت سے جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے۔

مدینہ پر تسلط چند روزہ رہا۔ خلیفہ عباسی کے عامل ابن ابی الساج نے باغیوں کی شورش کا خاتمہ کر دیا۔ جعفرؒ و علیؑ دونوں حقیقی بھائی تھے ان کی اولاد میں جیسی سخت لڑائیاں ہوئیں ایسی کوئی خاندانی لڑائی عباسیوں اور علویوں میں کبھی نہ ہوئی۔ سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی غرض سے جو بغاوتیں یہ حضرات کرتے ناکام ہو کر مارے جاتے۔ باغیوں کی سرکوبی کو عباسیوں کے مظالم سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۵۲	محمد بن حسین بن جعفر بن موسیٰ (الکاظم) بن جعفر (الصادق)رح	۲۷۱ھ	مدینہ	امیرالمومنین المعتمد علی اللہ عباسیؒ
۵۳	علی بن حسین بن جعفر بن موسیٰ (الکاظم) بن جعفر (الصادق)رح	〃	〃	〃

۱؎ جناب موسیٰ (الکاظمؒ) کے یہ دونوں پرپوتے ننگ اسلاف ثابت ہوئے۔ مدینہ منورہ پر چند روزہ قبضہ کے دوران بقول علامہ ابن کثیر:۔

"وہاں کے باشندوں کی بڑی تعداد کو قتل کر ڈالا، ان کا بہت سا مال ومتاع چھین لیا، مسجد نبویؐ میں چار مہینوں تک نماز نہ ہو سکی۔ جماعت یا جمعہ کی نماز کے لئے لوگ مسجد میں نہ جا سکے۔ مدینہ کے علاوہ مکہ معظمہ میں بھی یہی فتنہ ان لوگوں

نے برپا کیا۔ مسجد حرام کے دروازہ پر لوگوں کو قتل کر دیا" (ص۶۹ ج۱۱) علامہ ابن حزم ان کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"وھما اللذان قاما فی سنۃ ۲۷۱ بالمدینۃ فقتلا اھلھا واخذ اموالھم واخرجا المدینۃ حتی بقیت لا یصلی فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شھرا کاملا لا جمعۃ ولا جماعۃ اصلا وقتل محمد بن الحسین حین قیامہ ثلاثۃ عشر رجلا من ولد جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ صبرا وھو الملقب بالملیط (ص۵۸ سطر ۸ جمھرۃ الانساب)

یہی وہ شخص ہیں جو ۲۷۱ھ میں مدینہ میں (طلب خلافت کے لئے) کھڑے ہوئے انہوں نے وہاں کے باشندوں کو قتل کیا ان کے اموال چھین لئے اور مدینہ کو برباد کیا یہاں تک کہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کامل ایک مہینہ تک نماز نہ ہو سکی نہ جماعت کی اور نہ جمعہ کی۔ اس محمد بن حسین نے اپنے زمانہ خروج میں جعفر بن ابی طالب کی اولاد میں سے تیرہ۱۳ اشخاص کو قتل کر ڈالا اس کا لقب المُلَیط تھا۔ یعنی بدڈاکو۔

شیعہ مورخ ابن جریر طبری نے بھی تقریباً انہی الفاظ میں ان اشخاص کی قتل وغارت گری اور بدافعالیوں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان ہی کے خاندان کے ایک شاعر ابو العباس بن فضل علوی نے ان کے بارے میں یہ قطعہ لکھا تھا:۔

اخربت دار الھجرۃ المصطفی البر — فابکی اخرابھا المسلمینا
عین فابکی مقام جبریل والقبر — فبکی والمنبر المیمونا
وعلی المسجد الذی اسسہ التقوی — خلاء اضحی من العابدینا
وعلی طیبۃ التی بارک اللہ — علیھا بخاتم المرسلینا
قبح اللہ معشرا اخربوھا — واطاعوا متبعا ملعونا

(طبری ج۱۱ ص۳۴۹)

ان اشعار کا ترجمہ ہے:۔

(پاک مصطفیٰؐ کا دار الہجرت برباد ہو گیا۔ اس کی بربادی پر مسلمان گریہ وبکا کرتے ہیں۔ اے آنکھ مقام جبریل اور لحد (مصطفیٰؐ) پر رو۔ اور پاک منبر بھی بکا کرتا ہے۔ اور وہ مسجد جس کی بنیاد پاکی پر رکھی گئی۔ وہ عبادت کرنے والوں سے خالی ہو گئی اور اس پاک بستی پر بکا کر جس کو

مبارک کیا اللہ نے رسولوں کے خاتمہ کرنے والے کے ذریعہ سے ان لوگوں کا برا ہو جنہوں نے اس (مدینہ) کو برباد کیا اور ایک ملعون ظلم ڈھانے والے کی اطاعت کی) واقعہ حرہ اور کعبہ کی بے حرمتی کی فرضی داستانیں ان کے سامنے گردہ ہیں۔

مدینہ میں حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ مدعی خلافت کے طرفداروں کے اشارے سے خلیفہ وقت کے خلاف۔ بغاوت کی گئی اور باوجود بار بار فہمائش کے باغی اپنی حرکات سے باز نہ آئے حالانکہ اس عہد کے شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت محمد بن علیؓ بن ابی طالب و علی بن الحسین (زین العابدینؒ) اور دوسرے اکابر بنی ہاشم و صحابہ نے باغیوں کی سخت مخالفت اور خلیفہ کی حمایت کی تھی۔ مجبورًا پولیس ایکشن کیا گیا۔ صحابہ کی سرکردگی میں فوجی دستہ بھیجا گیا، جس نے بغاوت کا چند گھنٹوں میں قلع قمع کر دیا۔ اس کی تفصیلات کتاب خلافت معاویہؓ و یزیدؒ میں پیش کی جا چکی ہیں۔ کتاب کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوتے بھی سال بھر ہو گیا، لیکن جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے آج تین سال بعد کتاب کے پہلے ایڈیشن پر اپنی بعض مصلحتوں کے پیش نظر جو تبصرہ اپنے مجلہ ترجمان القرآن (اپریل ۱۹۶۱ء) میں شائع کرایا ہے اس میں مدینہ کو مباح قرار دینے اور وہاں کے باشندوں پر ظلم و ستم ڈھانے اور اہل مدینہ کو قتل کرانے کا جھوٹا الزام امیر المومنین یزیدؒ پر سبائی راویوں کی کذب بیانی سے متاثر ہو کر عاید کرایا ہے چشم بصیرت سے دیکھیں اور نسلی تعصبات سے بالا ہو کر غور کر سکیں تو ثابت ہو گا کہ ان حرکات شنیعہ کا ارتکاب اسی خانوادے کے بعض افراد سے ہوا جس سے جناب موصوف کے ہمعصر ساکنان امروہہ و سہسوان و بریلی (یو۔پی) تقریبًا ایک صدی سے منقطع سلسلے کے ذریعہ انتساب کرنے لگے ہیں۔

۵۴	احمد بن عبداللہ بن ابراہیم طباطبا اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ	۲۷۰ھ	مصر	امیر المومنین المعتمد علی اللہ عباسیؒ
۵۵	یحییٰ الہادی بن حسین بن القاسم الرسی بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ۔	۲۸۸ھ	یمن	المعتضد باللہ عباسیؒ
۵۶	ایک علوی (بلا اظہار نام)	۲۸۸ھ	″	″
۵۷	محسن بن جعفر بن علی (نقی) بن محمد (الجواد) بن علی (الرضا) بن موسیٰ (الکاظم)	۳۰۰ھ	دمشق	المقتدر باللہ عباسیؒ

۵۴ ان کے چچا محمد بن ابراہیم نے ابوالسرایا کے ساتھ جس کا تذکرہ گزر چکا خروج کیا تھا۔ انہوں نے مصر میں قسمت آزمائی کی مگر ناکام رہے۔

۵۵ یہ فاضل شخص تھے اور فقیہہ، شیعہ مورخ و نسب (مولف عمدۃ الطالب) نے بیان کیا ہے کہ فقہ میں امام ابو حنیفہؒ کے مسلک سے مماثل ان کا مسلک تھا۔ (له تصانیف کبار فی الفقه قریبة من مذهب ابی حنیفة وکان ظهوره بالیمن ایام المعتضد سنه ثمان ثمانین و مائتین (ص۲۲۲) یمن کے مقام صعدہ میں انہوں نے اپنا مستقر بنایا ۳۰۳ھ میں انتقال ہوا، ان کے بعد ان کی اولاد اس علاقہ پر حکومت کرتی رہی۔

۵۶ طبری اور دیگر مورخین نے بلا تصریح نام و نسب لکھا ہے کہ اسی سال یمن کے مقام صنعاء پر ایک علوی نے غلبہ حاصل کر لیا، اس نواح کے لوگوں نے مجتمع ہو کر علم خلافت کی حمایت میں صف آرائی کی باغی علوی گرفتار نہ ہو سکا، مع پچاس سواروں کے میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ وہاں کے قبیلہ بنی یعفر نے صنعاء پر قبضہ حاصل کر کے امیر المومنین المعتضد باللہ عباسیؒ کے نام کا خطبہ پڑھا اور ایک اطلاعی عرضداشت صیار خلافت کو ارسال کی (ابن خلدون)۔ یمن پر قرامطہ کا سیاسی اقتدار ۳۴۳ھ میں ختم ہو کر تین علاقوں پر تین جداگانہ قبیلوں کا تسلط رہا۔ یعنی صنعاء پر اسی قبیلہ بنو یعفر کا جو عباسی خلیفہ کا نام خطبہ میں پڑھتے تھے۔ صعدہ اور شمالی علاقہ پر زیدی امام کا جو یحییٰ الہادی حسنی کی اولاد میں تھے اور زبید پر اولاد امیر زیاد بن ابوسفیانؓ اموی کا قبضہ اور تسلط عرصہ دراز تک قائم رہا۔

۵۷ یہ محسن بن جعفر جناب علی (الہادیؒ) کے پوتے تھے جن کو زمانہ مابعد میں لوگ علی (نقیؒ) کہنے لگے ہیں۔ مورخین کا بیان ہے کہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے یہ شام چلے گئے اور وہاں قتل ہوئے۔ ان کے قتل کا باعث سیاسی سرگرمیاں تھیں مار المحسن بالشام و قتل هنالک (جمہرۃ ابن حزم ص۵۵) ان محسن کے والد جعفر کو شیعوں نے کذاب کہا ہے (ص۱۸۰ عمدۃ الطالب) ان کے بھائی جناب حسن (العسکریؒ) تھے جو بروایت صحیحہ لا ولد فوت ہوئے و ادعی الرافضیۃ ان جاریۃ له اسمها صقیل ولدت له منه بعد موته وهذا کذب (ص۵۵ جمہرۃ ابن حزم)۔ یعنی روافض کا ادعا ہے کہ ان کی کنیز صقیل نام سے ایک بچہ ان کے مرنے کے بعد پیدا ہوا لیکن یہ کذب ہے ان کے بھائی جعفر نے بھائی کے ترکہ کا دعویٰ

کیا تھا۔ اور بعد تحقیقات ان کا دعویٰ صحیح ثابت ہوا تھا۔

۵۸	حسن الاطروش[1] بن علی بن حسن بن علی بن عمر بن علی (زین العابدینؒ)	۳۰۱ھ دیلم	امیر المومنین المقتدر باللہ عباسیؒ
۵۹	رجل[2] من الطالبین	۳۰۲ھ واسط	" " " "
۶۰	حسن بن محمد بن علی بن حسن بن علی بن عمر بن علی (زین العابدینؒ)	۳۱۶ھ طبرستان	" " " "
۶۱	حسن[3] بن القاسم الحسنی	۳۱۶ھ الری	" " " "

[1] یہ حسن الاطروش جناب علی بن الحسینؓ (زین العابدینؒ) کے فرزند عمر بن علی کے پر پوتے عالم فاضل دینک خصال تھے۔ ائمہ زیدیہ میں ان کا شمار ہے۔ الناصر الکبیر کہلاتے تھے۔ برسوں تک بلاد دیلم میں تبلیغی سرگرمیوں میں منہمک رہے۔ محمد بن زید حسنی کی وفات کے بعد ۳۰۱ھ میں طبرستان پر قابض ہو گئے۔ ان میں اور محمد بن حسن داعی صغیر بن قاسم (از اولاد زید بن الحسنؓ) سے بڑی شدید حروب ہوئیں (جمہرہ ابن حزم ص۳۵) تین برس بعد ۳۰۴ھ میں انتقال ہوا۔ علامہ ابن حزمؒ کا بیان ہے کہ مقتول ہوئے۔ والی طبرستان وہاں کشتہ مقتولاً (ص۴۰) ۹۵ برس کی عمر ہوئی، پانچ بیٹوں سے نسل چلی جن میں سے ایک ابوالحسن محمد کی اولاد میں فاطمہ بنت الناصر الصغیر تھیں جو شریف الرضی و شریف المرتضیٰ مصنف نہج البلاغہ کی والدہ تھیں۔

[2] طبری کا بیان ہے کہ بادیہ نشین عربوں کی ایک جماعت کو جس کا سردار محرز بن رباح تھا اپنے ساتھ ملا کر واسط و اہواز و بصرہ پر تاخت و تاراج کی کارروائیاں کیں۔ تین لاکھ دینار کی رقم جو بیت المال خلافت کو بھیجی جا رہی تھی لوٹ لی اور اس علاقہ میں حرکات شنیعہ کا ارتکاب کیا۔ باشندگان کو تباہ و برباد کیا مسجدوں کو جلا ڈالا "واحرقوا مسجدها" (طبری ج۱۱ ص۲۹) بالآخر خلیفہ عباسی کے ایک فوجی سردار لؤلؤ الطولونی نے ایک معرکہ میں اس طالبی اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر کے بغاوت کا خاتمہ کر دیا۔

[3] یہ حسن بن محمد زیدی امام حسن الاطروش کے بھتیجے تھے۔ انکا کا دیلمی کی اولاد

سے طبرستان میں بادعائے خلافت کھڑے ہوئے وہاں کے والی نصر بن احمد بن اسمٰعیل السامانی کی فوج سے مقابلہ ہوا، ۳۱۶ھ میں مارے گئے (جمہرہ ابن حزم ص۴۸ و طبری ج۱۱ ص...)

[4] طبری کا بیان ہے ۳۱۶ھ کے ماہ شعبان میں حسن بن القاسم الحسنی نے دیلمی سردار کانابن کاکے کی مدد سے علاقہ رے میں علم بغاوت بلند کیا، قزوین کے مقام پر حسن بن القاسم کے ساتھی ایک سردار اسفار بن شیرویہ نے سرکاری فوج کو شکست دی۔ مگر پھر کچھ عرصہ بعد دوسری فوج کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی اور یہ بغاوت بھی ناکام رہی۔ ۳۱۷ھ میں حسن مذکور قتل ہوئے۔ مقاتل الطالبین کے مولف نے ۳۱۷ھ تک کے حالات لکھے ہیں اور کہا ہے کہ یمن اور طبرستان کے علاقوں میں آل ابی طالب میں سے ایک جماعت حکمراں ہے ان کے حالات کا علم نہیں "فقد ملکوا وغلبوا علیها الا ان اخبارهم منقطعة عنا القلة من ینقلها الینا" (ص۵۶۸)

۶۲	ایک[1] علوی (رجل من العلویین)	۳۲۹ھ مدینہ	امیر المومنین الراضی باللہ عباسیؒ
۶۳	جعفر[2] بن محمد بن حسن بن محمد بن موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ المحض۔	۳۳۱ھ مکہ	" المتقی باللہ عباسیؒ
۶۴	ابوعبداللہ[3] محمد بن الحسین بن الداعی من اولاد حسین بن علیؓ	۳۵۳ھ بلاد دیلم	" المطیع اللہ عباسیؒ
۶۵	المبترقع[4] العلوی	" کوفہ	" " "
۶۶	عبداللہ[5] بن عبیداللہ بن علی بن حسین بن علی بن الحسین بن علی (زین العابدینؒ)	۳۵۸ھ شام	" " "

[1] علامہ ابن کثیرؒ ۳۲۹ھ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ "وخرج الناس للحج ثم رجعوا من اثناء الطریق بسبب رجل من العلویین قد خرج بالمدینة النبویة ودعا الی نفسه وخرج عن الطاعة" (ص...) یعنی لوگ حج کے لئے نکلے لیکن راستہ ہی میں سے واپس لوٹ آئے بوجہ اس کے کہ علویین میں سے ایک شخص نے مدینہ نبویہ میں خروج کیا۔ اپنے لئے دعوت دی اور (خلیفہ کی) اطاعت سے نکل گیا تھا۔ اس علوی کے فساد

کے ڈر سے لوگ حج کا فریضہ ادا نہ کر سکے۔

۵؎ انہوں نے اس زمانہ میں جب منجانب خلافت عباسی الاخشید محمد بن طغج حجاز و شام کا والی تھا۔ مکہ معظمہ پر تسلط کر لیا تھا پھر ان کی اولاد میں نسلاً بعد نسل شریف مکہ ہوتے رہے۔ ابن حزم کے زمانے تک ان ہی کی اولاد میں شرفائے مکہ کا عہدہ قائم رہا (ص ۴۲)

۶؎ علامہ ابن کثیر ۳۵۳ھ کے احوال میں لکھتے ہیں:-

وفیھا ظہر رجل ببلاد دیلم وھو ابو عبد اللہ محمد بن الحسین بن علی و یعرف بابن الداعی فالتف علیہ خلق کثیر و دعا الی نفسہ وتسمی بالمھدی ...... وھرب منہ ابن الناصر العلوی (البدایہ ج ۱۱ ص ۲۵۳)	اس سنہ میں اولاد الحسینؓ میں سے ایک شخص ابو عبداللہ محمد بن الحسین جو الداعی سے معروف تھا۔ بلاد دیلم میں ظاہر ہوا کثیر تعداد میں لوگ اس کی جانب مائل ہوئے اس نے اپنی ذات کے لئے دعوت دی اور اپنے کو "مہدی" سے موسوم کیا..... ابن الناصر علوی اس کے مقابلہ سے بھاگ گئے۔

۷؎ علامہ ابن کثیرؒ نے اسی سال ۳۵۳ھ کے حالات کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ ایک علوی نے جو نقاب پوش رہتا تھا کوفہ میں خروج کیا یہ زمانہ وہ تھا جب امیر الامراء معز الدولہ بغداد سے باہر گیا ہوا تھا۔ اس برقع پوش نے بڑا فتنہ و فساد پیدا کر رکھا تھا جب امیر الامراء واپس آیا یہ برقع پوش چھپ کر دوسرے مقامات کو چلا گیا (ص ۲۵۴ ج ۱۱ البدایہ والنہایہ)

۸؎ انہوں نے کافور الاخشیدی کی موت کے بعد ملک شام میں علم بغاوت بلند کیا۔ اپنے کو "مہدی" بنایا قرامطہ سے مدد مانگی وہاں کے دوسرے گورنر کے سپاہیوں سے مقابلہ ہوا۔ علامہ ابن حزم نے ان کے ذکر میں بیان کیا ہے۔ قام بالشام اثر موت کافور الاخشید وتسمی بالمھدی وحارب الحسن بن عبد اللہ بن طغج واستنصر بالقرامطہ۔ (ص ۵۳ جمہرۃ الانساب) قرامطہ جیسی مخرب دین جماعت سے مدد لینا ظاہر ہے سیاسی وجوہ سے ہو سکتا تھا اس قماش کے لوگوں کو اسلامی حمیت سے واسطہ ہی کیا ہو سکتا تھا۔

حسنی و حسینی نسب کا ادّعا کرنیوالوں کے خروج

حسنی و حسینی، علوی و جعفری یعنی طالبی گھرانے کے افراد کے خروجوں کی فہرست اور مختصر حالات سے جو گزشتہ اوراق میں بیان ہوئے بخوبی واضح ہے کہ زید بن علی بن حسینؓ کے ۱۲۲ھ کے خروج سے لے کر عبداللہ بن عبید اللہ حسنی کے ۳۵۸ھ کے خروج تک گویا اس دو سو چھتیس ۲۳۶ سال کی مدت میں باستثنائے حضرت حسینؓ کے ۶۱ھ کے خروج کے جو اسلامی ملت میں حکومت وقت کے خلاف سب سے پہلا اور ناکام خروج تھا خود ان کے اعمان کے برادر بزرگ حضرت حسنؓ کے اخلاف نیز ان کے گھرانے کے بعض دیگر اشخاص نے جن کی مجموعی تعداد (۶۵) اشخاص کی ہوتی ہے۔ طلب حکومت کی غرض سے مختلف اوقات میں خلفائے وقت کے خلاف خروج کئے۔ بعض دفعہ تو ایک ہی سال کے اندر کئی کئی مدعیان خلافت کھڑے ہوئے۔ مگر اوسطاً دیکھا جائے تو ہر چوتھے سال کوئی نہ کوئی طالبی۔ حسنی و حسینی علوی و جعفری خروج کرتا رہا، بایں تفصیل: حسنی (۲۵) حسینی (۳۰) علوی و جعفری وغیرہم (۱۰)، میزان کل (۶۵) ان میں سے بھی صرف دو شخصوں نے اموی خلفاء کے خلاف خروج کئے، بقیہ اپنے ہی ہاشمی گھرانے کے عباسی خلفاء کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کرتے رہے۔

مشہور مستشرق ہنری لامن نے اپنی تالیف "اسلام ــــ معتقدات و آئین" ISLAM – BELIEFS AND INSTITUTIONS میں جس کا ترجمہ لندن یونیورسٹی کے شعبہ السنہ شرقیہ کے ڈائرکٹر سر ڈینس راس نے کیا تھا۔ ایک موقع پران علوی طالبان حکومت کے بارے میں لکھا ہے کہ:-

"(حضرت) علی (رض) کے جاہ طلب اور کثیر التعداد اخلاف نے تھوڑے ہی دنوں میں شیعہ جماعت کو بہت سے ایسے فرقوں میں جن کی تعداد ستر کے لگ بھگ شمار کی گئی ہے) منقسم کر دیا جو برابر ایک دوسرے پر سب و شتم کرتے تھے..... یہ لوگ سیاسی فہم و فراست سے عاری، رشک و حسد میں مبتلا اور منصب امامت کے

بارے میں آپس ہی میں جوشنت کے ساتھ لڑتے جھگڑتے رہتے تھے وہ (حکومت کے خلاف) ایک حزب مخالف کی حیثیت رکھتے، ان لوگوں کی سازشوں اور ایسی بغاوتوں کے حالات سے جو ناقص طور سے منظم کی گئیں پہلی دو صدی ہجری کے واقعات سے اوراقِ تاریخ مملو اور بھرپور ہیں۔"

(صفحات ۱۳۲ و ۱۳۳ مطبوعہ لندن ۱۹۲۱ء)

مگر باوجود ان کی مسلسل بغاوتوں اور خروج کے ان تمام صحیح النسب فاطمی و علوی و طالبی حضرات کے نسب کا نہ کسی اموی یا عباسی خلیفہ کی جانب سے انکار ہوا اور نہ ان کے شجرہ نسب کی قدح کی گئی۔ حالانکہ متعدد اشخاص نے بڑی بڑی جمعیتوں کے ساتھ خروج کئے۔ خون ریز معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ بعض اقطاع میں اپنی حکومتیں بھی قائم کرلیں جن میں سے یمن کی زیدی حکومت ابتک باقی ہے۔ محرک اصلی ان تمام بغاوتوں کا محض سیاسی اقتدار کا حصول اور حب جاہ تھا۔ نسبی تعلیوں اور تفاخر بالآباء پر ہی ان کے دعاوی کا زیادہ تر دارومدار رہا۔ دو ڈھائی سو برس کے خروجوں اور خروجوں کے پروپگنڈے نے ایسی فضا پیدا کر رکھی تھی کہ بعض موقع شناس جن کا کوئی نسبی تعلق کسی حسنی و حسینی خانوادے سے مطلق نہ ہوتا، اس نسب کے جھوٹے دعوے کے ساتھ اپنے متبعین کی ایک جماعت فراہم کرکے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے لئے حکومت وقت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے اور سبائیوں کے پھیلائے ہوئے عقیدے "مہدی موعود" "امام منتظر" کے مدعی بن کر عوام کو فریب میں مبتلا کرتے۔ تاریخ کے اوراق گنتے ہیں "مہدیانِ موعود" کے حالات سے پُر ہیں۔ بعض مورخین نے ایک عباسی خلیفہ زادہ کی نامعقول حرکت کا تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے تخت خلافت حاصل کرنے کے لئے "مہدی موعود" ہونے کا ادّعاء اور عباسی نسب کے بجائے حسینی نسب کا اظہار کیا۔ علامہ ابن کثیر ۳۵۷ھ کے کوائف میں لکھتے ہیں کہ بغداد اور دوسرے شہروں میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ایک "مہدی" کا مصر میں ظہور ہوا ہے جس کا نام "محمد بن عبداللہ" ہے۔ اس زمانہ میں خلیفہ عباسی کا حاجب سبکتگین نام ایک شیعہ تھا اس نے اس مدعی "مہدیت" کو حسینی نسب جان کر اس مقصد سے بغداد بلوایا کہ موقع مناسب پاکر مسند خلافت پر ان کا قبضہ کرادے۔ ابتک کے مقام پر سبکتگین نے ان کا استقبال کیا۔ صورت دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ تو محمد بن عبداللہ المستکفی باللہ نسباً عباسی

ہیں نہ حسینی، اپنے عزم و ارادہ سے پلٹ گیا۔ معز الدولہ امیر الامراء کے ذریعہ خلیفہ کے حضور میں پیش کرادیا۔ امیر المومنین المطیع للہ عباسیؒ نے نسب کے ادعائے کاذب اور دعوے "مہدیت" کی پاداش میں ان کی ناک کٹوادی فجدع انفہ (سنہ ۳۶۵ھ البدایہ والنہایۃ)

حبشیوں کا سردار

مندرجہ بالا واقعہ سے تقریباً ایک صدی پہلے یعنی ۲۵۵ھ میں ایک شخص علی بن محمد بن عبدالرحیم نے جو اصل و نسل کے اعتبار سے عبدالقیس کے قبیلہ سے تھا، مولد و منشاء اس کا علاقہ رے کا قریہ ورزنین تھا اور ماں اس کی قرۃ نام بنی علی بن حبیب بن محمد بن حکیم قبیلہ خزیمہ سے تھی اس نے حسینی نسب کا جھوٹا دعویٰ کرکے اول تو اپنے کو یحییٰ بن زید بن علی بن حسینؓ کی اولاد میں بتایا، کیونکہ زید و یحییٰ اپنے ناکام خروجوں میں مقتول ہوکر عوام میں مشہور و متعارف ہو چکے تھے، مگر بعد میں جب اسے یہ پتہ چل گیا کہ یحییٰ بن زید مذکور کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی صرف ایک بیٹی تھی جو ایام رضاعت ہی میں فوت ہوگئی تھی تو کہنے لگا کہ میں علی بن محمد بن احمد بن عیسٰی بن زید بن علی بن حسینؓ ہوں، مگر اصلی علی بن محمد زیدی اس زمانہ میں زندہ سلامت کوفہ میں موجود تھے، بہت سے لوگ ان سے واقف تھے۔ اس کذاب کو جب ان زیدی کا یہ حال معلوم ہوگیا، سامرہ سے جہاں مقیم تھا فرار ہوکر بحرین چلا گیا، وہاں محمد بن فضل بن عبیداللہ بن عباس بن علیؓ بن ابی طالب کی اولاد میں ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے متبعین کی جمعیت ساتھ لے کر بصرہ آیا، جیل کا دروازہ توڑ کر قیدیوں کو رہا کروایا، وہ سب بھی اس کے ساتھ ہوگئے، حبشیوں کی کثیر تعداد بصرہ اور اس کے نواح میں شورہ کی کانوں وغیرہ میں کام کرتی اور غلامی کی زندگی بسر کرتی تھی، انہیں غلامی سے نجات دلانے کے سبز باغ دکھا کر اپنے ساتھ کرلیا، اسی بناء پر تاریخ میں "صاحب الزنج"[۱] یعنی حبشیوں کا سردار کہلایا۔ شیعی مورخ و نسّابہ مولف عمدۃ الطالب نے لکھا ہے کہ یہ شخص نہایت درجہ ذمیم الاخلاق اور بدسرشت ہونے کے باوجود فصیح البیان خطیب اور شاعر تھا، اپنی سحر بیانی

---

[۱] فارسی میں حبشی کو زنگ کہتے تھے اسی سے زنگی ہوا جو معرب ہوکر زنج کہلایا اسی سے زنگبار و زنجبار بنا۔

سے غلاموں اور عراقیوں کو حکومت وقت کے خلاف برانگیختہ کرتا۔ مختلف مقامات پر فتنہ و فساد برپا کرکے لوٹ کھسوٹ کرتا رہا۔ بعض صحیح النسب علوی بھی حکومت کی سپاہ سے ہزیمت اٹھا کر اس کے پاس پہنچ جاتے، مگر کسی نہ کسی بہلنے سے وہ ان کو بھی ہلاک کرا دیتا۔ جیسا علی بن زید کا واقعہ گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ چودہ برس تک اس کا فتنہ و فساد جاری رہا، بالآخر ولیعہد خلافت ابو العباس کو جو بعد میں المعتضد باللہ عباسی کے لقب سے سریر آرائے خلافت ہوئے بنفس خود فوجی دستے کی کمان کرنی پڑی، ۲۷۰ھ میں وہ مع اپنے ساتھیوں کی کثیر جماعت کے جو دلدلی علاقہ میں پناہ گزین رہتے اور جہاں "المختارہ" نام ایک گڑھی بھی اس نے بنالی تھی ہلاک ہوا۔ بعض غالی شیعوں نے محض اس بنا پر کہ وہ عباسی خلافت کے خلاف بغاوت کر رہا تھا اس کے جھوٹے دعوے نسب کی تائید بھی کی ہے لیکن جملہ ثقہ مورخین و نسابین نے اس کے دعوے کو جھوٹا بتایا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے کہا ہے: "هو كاذب في ذلك بالاجماع" (ص۳۱ ج۱۱ البدایہ والنهایہ) علامہ ابن حزم نے بھی اس کے دعوے نسب کی واضح الفاظ میں تکذیب کی ہے (ص۵۵ جمهرة الانساب) ابن جریر طبری نے اس کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں اور بیان کیا ہے کہ اس کا باپ قبیلہ عبدالقیس کا تھا اور ماں بنی اسد بن خزیمہ سے تھی یہ لوگ رے کے ایک قریہ ورزنین کے تھے وہیں اس کی ولادت و نشوونما ہوئی تھی۔

عبید اللہ بن میمون القداح

اسلام کی بڑھتی ہوئی سیاسی قوت کے دو اشد شدید دشمن تھے، مجوسی اور یہودی، مغلوب و مقہور ہونے کے باوجود ان میں سے بعض چلتے پرزے منافقانہ طور سے اسلام میں داخل ہو کر فتنے پیدا کرنے کی سازشیں کرتے رہے۔ حبشیوں کے سردار "صاحب الزنج" کے فتنہ سے تقریباً پچیس تیس سال پہلے اسلام دشمنی کے جذبہ نے ایک ایرانی نسل مجوسی کے دل میں جو غیر معمولی ذہانت کا شخص تھا ایسے منصوبے کے بروئے کار لانے کا خیال پیدا کیا جو عربوں کے سیاسی اقتدار کے استیصال، خلافت عباسیہ کی بربادی اور اسلامی معتقدات و دینی تعلیمات کے مسخ کرنے کا موثر ذریعہ ہو سکے اور ساتھ ہی ساتھ اس منصوبے کی کامیابی کے نتیجے میں وہ خود یا اس کی اولاد تخت حکومت پر بھی فائز ہو سکے۔ ولندیزی محقق اور بلند پایہ عالم (اسکالر) دے خوے (DE GOEJE) جنہوں نے غیر معمولی ذہانت تجسس اور تفتیش سے اس دشمن اسلام تحریک کے بارے میں تالیفات

کی ہیں اپنی ایک تالیف MEMOIRE SUR LES CARMATHES (مقالہ بابت قرامطہ) میں تحریر کرتے ہیں:۔

"اسلام اور عربوں کے خلاف شدید ترین نفرت و عناد کا جذبہ ہی تھا جس نے تیسری صدی ہجری کے وسطی زمانہ میں عبداللہ (عبید اللہ) بن میمون نامی ایک شخص کے دل میں جو پیشہ کے اعتبار سے (قداح) معالج چشم اور اصل نسل کے اعتبار سے ایرانی تھا، ایک ایسے منصوبہ کا خیال جما دیا جو بلحاظ اس غیر معمولی فراست اور من چلے پن کے جس سے یہ منصوبہ اختراع کیا گیا تھا ایسا ہی متحیر کن ہے، جیسا اس خود اعتمادی اور قوت کے اعتبار سے ہے جس سے وہ منصوبہ بروئے کار لایا گیا" (مطبوعہ لنڈن ۱۸۸۶ء)

محقق دے خوے نے مندرجہ بالا عبارت کے بعد مورخ ڈوزی کا یہ فقرہ بھی ان کی کتاب "تاریخ مسلمانان اسپین" "HISTOIRE DES MUSULMANS DE ESPAGNE" سے نقل کیا ہے:۔

"فاتح اور مفتوح کو ایک ہی جماعت میں مربوط و منسلک کرنا، ایک ہی خفیہ انجمن کے اندر جس کے داخلہ کے مختلف مدارج ہوں، ایسے آزاد خیال اور بدعقیدہ اشخاص کو جو عوام کے لئے مذہب کو ایک روک اور لگام کی طرح سمجھتے تھے نیز مذہب کے دیوانوں کو باہم متحد کر دینا، کافروں (ولادینوں) کی حکومت کو وجود میں لانے کی غرض سے مومنوں کو آلہ کار بنانا اور فاتحین کے ذریعہ اس سلطنت ہی کو نیست نابود کرا دینا جو خود انہوں نے اپنے ہی ہاتھوں قائم کی تھی۔ الغرض ایسے کثیر تعداد اشخاص کی ایک متحد اور اطاعت کیش جماعت اپنے اغراض و مقاصد کی خاطر ایسی بنانا کہ وقت اور موقع مناسب آجانے پر خود اس کی اپنی ذات کو نہیں تو کم از کم اس کی اولاد کو تخت حکومت پر متمکن کرا سکے۔ یہ تھا عبداللہ (عبید اللہ) بن میمون کا وہ زبردست منصوبہ اور خیال جو اگرچہ بڑا ہی عجیب و غریب و بے باکانہ تھا، لیکن اس نے اپنی حیرت انگیز حسن تدبیر، بے مثل ہوشیاری اور انسانی قلوب کی گہری معرفت کی بدولت اسے عملی جامہ پہنا دیا" (ہسٹری آف پرشین لٹریچر مؤلفہ براؤن ص۳۹۲)

عملی جامہ پہنانے کے لئے کیا ذرائع استعمال کئے گئے اس کو بھی اسی ولندیزی محقق کے الفاظ

میں سنئے، فرماتے ہیں:۔ (منقول از تاریخ ادبیات ایران پروفیسر براؤن ج ۱ ص ۳۹۴)

"اس مقصد کے حصول کے لئے ذرائع کا ایسا مربوط سلسلہ اختراع کیا گیا جس کو بجا طور سے شیطانی کہا جاسکتا ہے۔ انسانی فطرت کی کمزوریوں سے ہر پہلو پر نفع سے فائدہ اٹھایا گیا، دین داروں کو دینداری، بے قید آزاد منشوں کو آوارگی یا یوں کہہ لیجئے عیاشی، پختہ دماغ لوگوں کو فلسفہ، مذہبی متشددین کو باطنی غوامض و اسرار اور عوام الناس کو اعجوبات پیش کئے گئے۔ غرضیکہ اسی طرح سے یہودیوں کے سامنے ایک نجات دہندہ (مسیح)، انصاری کے روبرو ایک فارقلیطا اور مسلمانوں کے لئے ایک مہدی پیش کیا گیا اور آخر الامر ایرانی و سامی زندیقیت کے پرستاروں کے لئے دہریت کا ایک فلسفیانہ نظام اور گورکھ دھندہ پیش کیا گیا اور ایسی دلیرانہ مستقل مزاجی کے ساتھ اسے بروئے کار لایا گیا جو ہمارے جذبات حیرت و استعجاب کو برانگیختہ کرتا ہے اور اگر ہم اس مقصد و غرض کو فراموش نہ کر بیٹھیں جس کی خاطر یہ سب کچھ کیا گیا (یعنی اسلام کی بیخ کنی اور اسلامی سیاسی سیادت کی تباہی از م۔ا ع) تو وہ ضرور ہماری پرجوش مدح و تحسین کا مستوجب ہو سکتا تھا۔"

ایضاً ص ۳۹۵ ج ۱

مسلم مورخین کا بیان ہے کہ عبید اللہ اور اس کا باپ میمون شہر اہواز کے ایک قریہ قورج العباس کے باشندے نسلاً ایرانی اور مسلکاً ثنوی عقیدے کے دیصانی تھے یعنی دو خداؤں کے ماننے والے، ایک خدا نور کا اور ایک ظلمت کا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہودی تھے۔ میمون منافقانہ طور سے مسلمان بنا اور غالی شیعوں کے فرقہ خطابیہ میں شامل ہوگیا۔ یہ فرقہ ابوالخطاب محمد بن ابی زینب اسدی کے نام سے موسوم ہے۔ جو جناب جعفر بن محمد بن علی بن حسینؓ کو خدا کہتا تھا۔ وقال بالٰہیۃ جعفر بن محمد والٰہیۃ اباءہ وھم ابناء اللہ واحباءہ (ص ۱۳۶ الملل والنحل شہرستانی) یہ دونوں باپ بیٹے اپنے وطن سے نکل کر کربلا پہنچے اور "تربت حسین" پر اس مقصد سے معتکف ہو بیٹھے کہ اپنے مصنوعی تقشف و زہد اور ریاکارانہ عبادت گزاری سے زائرین کو متاثر کریں اور ناواقفوں کو دام فریب میں پھانس کر متبعین کی جماعت بنائیں۔ اخبار القرامطہ بالیمن کے مولف نے عبید اللہ اور اس کے باپ میمون کے بارے میں ایک ایسے فقیہ و عالم ابن مالک کا قول نقل کیا ہے جو تحقیق حال کے لئے خود اس فرقہ میں شامل ہوئے تھے وہ کہتے ہیں کہ:۔

وکان میمون ملازما للضریح وحدہ ولدہ عبید یخدمہ ..... وکان میمون فی الاصل یہودیا قد حسد الاسلام واعتاد علی دینہ فلم یجد حیلۃ غیر العکوف علی تربۃ الحسین بکربلا واظہار الاسلام (ص ۲۴۷ مشمولہ کتاب اخبار القرامطہ بالیمن تالیف نجم الدین عمارۃ مطبوعہ لندن ۱۸۹۲ء)

میمون ہمہ وقت ضریح حسین (پر) حاضر رہتا اس کے ساتھ اس کا بیٹا عبید تھا جو اس کی خدمت کیا کرتا تھا... یہ میمون اصلاً یہودی تھا اس کو اسلام سے بڑا حسد تھا اور اس دین کو تباہ کرنا چاہتا تھا اس کو کوئی حیلہ سوائے اس کے نہ ملا کہ تربت حسین پر معتکف ہو بیٹھے اور اپنے اسلام کا اظہار کرے۔

۱؎ تربت حسین "پر معتکف ہو کر ان لوگوں نے مقام کربلا کو اپنی خفیہ تحریک کا مرکز بنا لیا تھا، یہیں سے اپنے داعیوں کو یہ کہہ کر یمن بھیجا کہ وہاں جب تم کو شوکت اور حکومت حاصل ہو جائے اس وقت تم میرے بیٹے کی "مہدیت" کی دعوت دینا۔

وتدعوا الی ولدی فسیکون لکما بھا شان وسلطان (ص ۲۴۸ اخبار القرامطہ بالیمن مطبوعہ لندن)

اور تم میرے بیٹے کی (مہدیت) کی دعوت دینا پس تم کو وہاں شان اور حکومت ہوگی۔

یہ امیر المومنین جعفر المتوکل علی اللہ عباسیؒ کا عہد خلافت تھا جو رد بدعات و احیاء سنت میں امتیاز رکھتے تھے۔ علامہ ابن کثیرؒ امیر المومنین موصوف کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ:

وکان المتوکل محببا الی رعیتہ، قائما فی نصرۃ اھل السنۃ وقد شبہ بعضھم بالصدیق فی قتلہ اھل الردۃ..... وقد اظھر السنۃ بعد البدعۃ واخمد اھل البدع وبدعھم بعد انتشارھا واشتھارھا فرحمہ اللہ ورضی عنہ وقد رآہ بعضھم فی المنام بعد موتہ وھو جالس فی نور قال: قلت المتوکل؟ قال: المتوکل. قلت فما فعل ربک؟ قال: غفرلی. فقلت: بماذا؟ قال: بقلیل من السنۃ احییتھا (ص ۳۵۰ ج ۱۰ البدایۃ والنہایۃ)

اور المتوکل (علی اللہ) اپنی رعایا کے محبوب تھے، اہل سنت (والجماعت) کی نصرت کو مستعد رہتے بعض لوگوں نے انکو حضرت ابوبکر الصدیقؓ سے تشبیہ دی ہے کہ (حضرت موصوف) نے مرتدین کا قلع قمع کیا تھا... ان کے (المتوکل علی اللہ کے) عہد میں سنت کو بدعت کے پھیل جانے اور مشتہر ہو جانے کے بعد ایسا فروغ ہوا کہ وہ سب دب گئیں اور ماند پڑ گئیں۔ اللہ کی رحمت ہو ان پر ان کی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا کہ (رحمت الٰہی کے) نور میں بیٹھے ہیں پوچھا کہ آپ متوکل ہیں، بولے ہاں میں متوکل ہوں پوچھا کہ آپ

۱؎ یہ بڑے راسخ العقیدہ حامی سنت خلیفہ تھے علماء و صلحاء سے محبت رکھتے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے مشورہ بغیر کسی قاضی

... ... کے رب نے آپ کے ساتھ کیا عمل کیا؟ فرمایا! میری مغفرت
... ... کردی دریافت کیا کس بنا پر؟ کہا کہ احیاء سنت کی جو
... ... تھوڑی سی خدمت میں نے کی تھی۔

دین کو مشرکانہ بدعات سے پاک رکھنے کی ذمہ داری امام المسلمین کی حیثیت سے خلیفہ وقت پر عائد تھی، مورخین نے متعدد واقعات کا ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ نیز ام المومنین حضرت عائشہ و حضرت حفصہ صلوٰۃ اللہ علیہم کی اسائت ادب کرنے والوں اور مشرکانہ بدعات کے مرتکبین

(بقیہ صفحہ گزشتہ) حاکم کا تقرر نہ کرتے وکان لا یولی احدًا الا بعد مشورۃ الامام احمد ص۳۱۶ ج البدایہ والنہایۃ) قاضی یحییٰ بن اکثمؒ جو ائمہ اہل سنت میں بلند پایہ فقیہہ و محدث تھے امام موصوف ہی کے مشورے سے قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کیا اور مذہبی تعلیم کے بارے میں احکام نافذ کئے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے سوائے کوئی شخص کسی اور مذہبی تعلیم کا شغل نہ کرے۔ وامر الناس ان لا یشتغل احد الا بالکتاب والسنۃ لا غیر (ص۳۱۶ ایضًا) نذر و نیاز نیز شخصیت پرستی سے روکنے کے لئے نائب السلطنت کو ہدایت کی گئی کہ عوام کو ان سے باز رکھنے کی کوشش کرے فکتب المتوکل الی نائبہ یامرہ بردعھم عن تعاطی، وعن المغالاۃ فی البشر (ص۳۱۶ ایضًا) اسی یہ مغالاۃ فی البشر کا مظاہرہ یہ سبائی "تربت حسین" پر طرح طرح سے کر رہے تھے۔ وہاں کی مٹی کو "خاک شفاء" کہتے ضعیف العقیدہ طبقہ میں بدعتیں رائج کرتے اور خفیہ خفیہ سیاسی مقاصد کے لئے سازشیں کرتے اس کے انسداد کے لئے ضروری ہوا کہ اس مقام پر لوگوں کا اجتماع نہ ہونے پائے۔ امر المتوکل بہدم قبر الحسین بن علی بن ابی طالب وما حولہ من المنازل والدور و نودی فی الناس من وجد ھنا بعد ثلاثہ ایام ذھبت بہ الی المطبق ص۳۱۵ ج (ایضًا) یعنی (خلیفہ) المتوکل نے حسین بن علیؓ بن ابی طالب کی قبر اور اس کے آس پاس کی عمارتوں اور احاطوں کے انہدام کا حکم دیدیا اور لوگوں میں منادی کرا دی کہ اگر تین دن کے بعد بھی کسی شخص کو موجود پایا گیا تو قید خانے بھیجدیا جائیگا یہ اقدام شرک و بدعات کے انسداد کی غرض سے کیا گیا تھا۔ سبائیوں نے طرح طرح کے حاشئے چڑھائے جسٹس امیر علی فرماتے ہیں کہ "حضرت علیؓ اور ان کے اخلاف سے عجیب اور ناقابل توجیہ بغض و عناد کی بنا پر متوکل نے حسینؓ شہید کے مقبرے کو منہدم کرا دیا۔ نہر کا پانی ادھر چھوڑ دیا۔ اس متبرک مقام کے زائرین کو سخت سزا کی دھمکی سے ممنوع کرا دیا اور فدک کی املاک کو دوبارہ ضبط کر لیا۔ (ص۲۸۹ ہسٹری آف سیرسینز)

ان شیعہ مولف نے اس حامی سنت اور راسخ العقیدہ خلیفہ عباسی کو شراب نوشی و عیاشی سے متہم کرکے شوب کے نیرو کا خطاب دیا ہے۔ گو چند سطر پہلے یہ بھی فرمایا ہے کہ "تاہم وہ احیاء سنت کے زبردست حامی تھے۔ (ص۲۸۸ ایضًا) فتدبر۔ صحابہ کرام خصوصًا خلفائے ثلاثہ ام المومنین عائشہؓ کی اسائت ادب کرنے والوں

کو عبرتناک سزائیں دی گئیں۔ مقام کربلا سے منافقین و ملحدین کی جماعت کو منتشر کر دینے کی غرض سے جو زہد کا لباس پہن کر عوام کو گمراہ کر رہے تھے اور حکومت کے خلاف خفیہ تحریک بھی چلا رہے تھے اس حامی سنت و ماحی بدعت خلیفہ نے وہاں کی عمارتوں کے انہدام کا حکم دیدیا ساتھ ہی "تربت حسین" کو جسے سانحہ کربلا سے سو برس سے زیادہ مدت منقضی ہو جانے کے بعد کہ قبر کے آثار باقی نہ رہے تھے، فرضی طور سے تعمیر کرکے زیارت گاہ بنا لیا گیا تھا منہدم کرا دیا گیا۔ یہ واقعہ ۲۳۶ھ کا ہے۔ اس سے تقریبًا ستر برس بعد امیر المومنین المقتدر باللہؒ نے بغداد کے قریب کی "مسجد براثی" کو جسے سیاسی اغراض کے لئے استعمال کیا جا رہا تھا منہدم کرا دیا تھا۔ علامہ ابن کثیرؒ اس بارے میں لکھتے ہیں

ان جماعۃ من الرافضۃ یجتمعون فی مسجد براثا ینالون من الصحابۃ ولا یصلون الجمعۃ ویکاتبون القرامطۃ ویدعون الی محمد بن اسمٰعیل الذی ظہر بین الکوفۃ و بغداد ویدعون انہ المھدی ویتبرؤن من المقتدر ومن یتبعہ فامر بالاحتیاط علیھم واستفتی العلماء بالمسجد فافتوا بانہ مسجد ضرار ..... فصل ھ۔
ص۱۵۲ ج البدایہ والنہایۃ)

(خلیفہ عباسی کو یہ اطلاع پہنچی کہ) مسجد براثی میں روافض کا اجتماع ہوتا ہے۔ صحابہ کی ہجو کرتے ہیں جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے اور قرامطہ سے خط و کتابت کرتے ہیں اور محمد بن اسماعیل کی (امامت) کی دعوت دیتے ہیں جو کہ کوفہ اور بغداد کے مابین ظاہر ہوا ہے اس کو مہدی کہتے اور (خلیفہ) المقتدر اور ان کے متبعین سے تبرا کرتے ہیں۔ خلیفہ نے ان لوگوں کی نگرانی کا حکم دیا اور مسجد کے بارے میں علماء سے استفتاء کیا۔ انہوں نے فتویٰ دیدیا کہ یہ مسجد مسجد ضرار کی طرح ہے..... لہذا اس کو منہدم کر دیا گیا۔

کربلا کی عمارتوں وغیرہ کے انہدام کے بعد میمون مع اپنے فرزند عبید اللہ کے وہاں سے نکل کر ایران کے بعض مقامات اصفہان وغیرہ میں کچھ عرصہ مقیم رہا اس درمیان میں وہ تو فوت ہو گیا۔ عبید اللہ بصرہ آیا اور کچھ عرصہ یہاں مقیم رہا اور اسی نسبت مکانی سے "بصری" کہلایا چنانچہ ابن جریر طبری جو اس کے ہمعصر تھے اسکے بیٹے کو "ابن البصری" کہتے ہیں (ص۲۴۰ و ۲۰۹ ج طبری) بصرہ کی سکونت ترک کرکے صوبہ شام کے مقام سلمیہ نزد (حمص) میں جا کر مقیم ہوا اور یہیں بیٹھ کر اپنی تحریک کی قیادت کرتا رہا۔

قرامطہ

بصرہ چھوڑنے سے پہلے عبیداللہ یہاں اپنا ایک کارگزار داعی بھی چھوڑتا گیا جو اپنے لقب قرمط سے ایسا مشہور ہوا کہ بعد میں اس کی جماعت کا نام ہی "قرامطہ" پڑ گیا۔ نام اس شخص کا حمدان بن اشعث تھا، نسلاً نبطی تھا اور کوفہ کے ایک قریہ قس بہرام میں مویشیوں کی سوداگری کرتا تھا۔ قرامطہ لقب کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ پستہ قد ہونے کی وجہ سے پاؤں قریب قریب ڈال کر چلتا تھا، اس لئے نبطی زبان میں "کرمیتہ" کہلاتا تھا جو معرب ہو کر "قرمط" ہو گیا۔ کسی کا قول ہے کہ اس کی آنکھوں کا رنگ سرخ تھا اور بیل پر سوار ہوتا تھا اس لئے قرمط کہلایا۔ ابن جوزی وغیرہ کے نزدیک قرمط کے معنی "خفیہ داعی" کے ہیں، چونکہ عبیداللہ بن میمون القداح کی یہ سیاسی تحریک جس کی کامیابی کے لئے اسے مذہبی رنگ دیا گیا تھا، ابتدا میں خفیہ طور سے چلائی جاتی تھی اس لئے قرمط کی یہ وجہ تسمیہ زیادہ قرین قیاس ہے۔ پروفیسر ہتی کہتے ہیں:۔

"عبیداللہ اور اس کے جانشینوں نے اول تو اپنے صدر مقام بصرہ سے بعد ازاں شمالی علاقہ شام کے مقام سلیمیہ سے اپنے خفیہ داعی اسلامی ممالک میں بھیجنا شروع کئے۔ یہ داعی اپنی دعوت کی ابتدا اس طرح باقاعدہ ترتیب سے کرتے کہ ہونے والے مرید کے دل میں ابتداً مذہب کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرتے پھر اس شخص کو اس بات کا متوقع کرتے کہ جلد ہی "مہدی موعود" کا ظہور ہونے والا ہے۔ عربوں اور ایرانی نومسلموں کے مابین بڑھتے ہوئے جذبہ نفرت وعناد سے فائدہ اٹھا کر اس ادنیٰ ایرانی نسل والے معالج چشم کے فرزند (عبیداللہ) نے ایک ایسے جرأت مندانہ منصوبہ کا خیال دماغ میں پکایا جس کے ذریعہ فاتح و مفتوح دونوں کو اس قسم کی خفیہ انجمن میں متحد و منسلک کر دے جس کے داخلہ کے مختلف مدارج ہوں پھر ان آزاد خیال اور مسلمات مذہب سے منکر لوگوں کے ذریعہ خود مذہب ہی کو ایسی اسکیم میں بطور آلہ کار کے استعمال کیا جائے جو اسلامی خلافت و حکومت کا استیصال کر کے یا تو عبیداللہ کو بذات خود یا اس کی اولاد کو تخت حکومت پر متمکن کر سکیں۔

اپنی وفات سے قبل تقریباً ۲۶۱ھ میں (عبیداللہ) کو ایک سرگرم مرید اور کارگزار داعی حمدان قرمط ہاتھ لگ گیا۔ یہ شخص عراقی کسان تھا، علم نجوم سے اسے پتہ لگ

گیا تھا کہ ایرانی اپنی کھوئی ہوئی سلطنت عربوں کے ہاتھ سے پھر واپس لے لیں گے یہی حمدان اس باطنی فرقہ کا بانی مبانی ہے جو اس کے لقب سے قرامطہ کہلاتا ہے۔ اس تحریک میں مقامی مزارعین و فلاحین اور بدویوں کے قدیمی تنازعہ کا نمایاں طور سے اظہار ہوا ۲۷۷ھ میں بانی تحریک نے اپنا مستقر کوفہ کے قریب "دار الہجرۃ" نام سے بنا لیا جو تحریک کا صدر مقام قرار پایا۔ مقامی باشندوں خاص کر نبطی کسانوں اور اہل حرفہ نیز عرب بدویوں کے درمیان تحریک کو اس شدت سے پھیلایا گیا کہ کثیر مقدار میں لوگ نئے فرقہ میں شامل ہوتے گئے بنیادی طور سے یہ ایک خفیہ انجمن تھی جو اشتراکیت کے اصول پر قائم کی گئی تھی... قرمط نے اشتراکی اصول ملکیت کو عورتوں اور دوسری املاک پر بھی منطبق کر دیا تھا۔ (ص۴۴۳ تاریخ عرب پروفیسر ہتی)

مورخ ابن جریر طبری کے بیان سے محقق دے خوبے و مورخ دوذی کے اس قول کی تائید مزید ہوتی ہے کہ اس تحریک کی بنیاد اسلام اور عربوں سے شدید نفرت وعناد کے جذبہ سے ڈالی گئی قرامطہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:۔

وانھم قد احلوا دینا غیر الاسلام وانھم یرون السیف علی امۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ص۳۳۸ ج طبری	اور (قرامطہ نے) اسلام سے جدا اپنا دین ایجاد کیا اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار اٹھائی

.. .. ..

اسی مورخ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ قرمط حبشیوں کے سردار کے پاس جس کا ذکر گذر چکا نواح کوفہ میں ملاقات کے لئے گیا اس کو اپنے ساتھ ملانا چاہا اور کہا کہ میرے پاس ایک لاکھ تیغ زن موجود ہیں اگر ہم تم دونوں ایک مذہب پر متفق ہو جائیں تو ان سب کو تمہارے ساتھ کر دوں گا۔ فان اتفقنا علی المذھب ملت بمن معی الیک۔ (ص۳۳۹ ج طبری) مگر وہ تو خود ہی مدعی "مہدیت" و طالب حکومت تھا متفق نہ ہوا۔

حمدان قرمط اور اس کے ساتھی اصلاً عبیداللہ بن میمون القداح کی تحریک کے داعی تھے اور اسی حیثیت سے انہوں نے کام کیا اس لئے ان کی جماعت عبیدی اسمٰعیلی تحریک کی ایک اہم شاخ بیان کی گئی ہے خود ایک اسماعیلی مولف (ڈاکٹر زاہد علی پی۔ اے۔ ڈی فل آکسن) اپنی تالیف "فاطمیین مصر" میں کہتے ہیں کہ "بعض مورخوں کو یہ دھوکہ ہوا کہ قرامطہ سے اسماعیلی نکلے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسماعیلیوں

کی کئی شاخیں ہیں، جن میں پہلی اور اہم شاخ قرامطہ ہے ؟ ص۲۳) لیکن بانی تحریک عبید اللہ کی موت کے انتقال کے بعد سے قرامطہ نے سلیمیہ کے مرکز سے قطع تعلق کر لیا تھا اور خود بہ قائم بالحق ؟ ہونے کا مدعی ہو گیا تھا، یہی اسماعیلی مولف مزید لکھتے ہیں : ۔

"سلیمیہ کے سلسلے کو قطع کر کے حمدان نے ۲۶۹ھ کے بعد اپنی الگ دعوت جاری کی، اب گویا دعوت قرمط کا آغاز ہوا، کوفہ سے عرب اور نبطی قبیلے کثرت سے دعوت میں داخل ہونے لگے۔ حمدان نے اپنی مدد کے لئے کئی مددگار داعیوں کو تیار کیا جن میں سب سے زیادہ ہوشیار اور عقل مند عبدان تھا۔۔۔۔ آہستہ آہستہ حمدان کی قوت بڑھنے لگی۔ اسے مال جمع کرنے کی حرص پیدا ہوئی۔ مختلف قسموں کے محاصل تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد مریدوں پر لگا دیے گئے اور ان کا نام فطرہ، ہجرہ، بلغہ، خمس اور الفہ رکھے گئے۔۔۔۔ الفہ کی یہ شرح دلچسپ ہے کہ تمام مریدوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے مال منقولہ اور غیر منقولہ یہ سب صدر داعی کے خزانے میں جمع کرا دیں۔ کسی کے قبضہ میں کوئی ملک نہ رہے تا کہ مالی حیثیت سے ایک دوسرے پر کوئی فوقیت نہ رہے۔ ہر شخص کو اس کی ضرورت کے موافق داعی کے خزانے سے رقم دی جائے سب ایک ہی سی زندگی بسر کریں۔۔۔۔ لوگوں کو سمجھایا گیا کہ ان کو اپنا مال اپنے پاس رکھنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ تمام روئے زمین کے جلد مالک ہونے والے ہیں۔۔۔۔ جب حمدان نے دیکھا کہ اس کے پیرو ہر بات میں اس کی اطاعت کرنے کے لئے بخوشی تیار ہیں تو اس نے اپنے داعیوں کو بتدریج ثنویہ مذہب کی تعلیم دینی شروع کی، جس سے ان کا زہد و تقویٰ جس کی انہیں پہلے تعلیم دی گئی تھی بالکل جاتا رہا اور وہ فسق و فجور میں پڑ گئے۔ انہیں یہ سمجھایا گیا کہ ایک خاص حد کو پہنچنے کے بعد شریعت کے ظاہری اعمال اٹھ جاتے ہیں۔ اب نماز و روزہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ امام حق یعنی محمد بن اسمٰعیل بن جعفر (صادق) کی معرفت کافی ہے، یہ وہ مہدی ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے اور اپنا حق لیں گے، داعی جو بیعت لیتا ہے انہی کے لئے لیتا ہے، مال جو کچھ جمع کیا جا رہا ہے انہی کے لئے جمع کیا جا رہا ہے۔ وہ زندہ ہیں کبھی نہیں مرتے۔ وہ ہی مقصود حقیقی ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو خلقت ہلاک ہو جاتی اور ہدایت معدوم ہو جاتی۔ ایسے امام کی معرفت حاصل

ہو جانے کے بعد پھر کسی گناہ سے بچنے اور کسی عذاب سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ ایسی تعلیم کا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ قرامطہ کی اخلاقی حالت بگڑی اور ایسی بگڑی کہ وہ ہر قسم کی بدکاریوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہ بھی ان سے کہا گیا کہ تمہارے مخالفین کا خون تمہارے لئے حلال ہے، جو لوگ تمہاری مخالفت نہ کریں لیکن تمہارے مذہب میں داخل نہ ہونا چاہیں ان سے بھی جزیہ وصول کیا جائے۔ ہتھیار جمع کرنے کی پہلے ہی ترغیب دلائی جا چکی تھی۔ انہوں نے ایسی خونریزی شروع کی کہ ہمسائے چیخ اٹھے۔

(ص۲۳۶ و ص۲۳۸)

ہتھیار فراہم کر کے رفتہ رفتہ جنگجو دستے تیار کئے۔ بحرین کا علاقہ اور ہجر وغیرہ مقامات جہاں پہنچنے کے لئے لق و دق بیابان اور صحرا عبور کرنے پڑتے تھے ان کا آماجگاہ تھا موقع پا کر وہاں سے نکلتے اور ڈاکہ و رہزنی لوٹ مار کا بازار گرم کر دیتے۔ خلافت کی فوج سے شکست پر شکست کھاتے اور بعض اوقات اسے شکست بھی دیتے مگر فتنہ و فساد اور خونریزی سے باز نہ آتے۔ کچھ ایرانی نژاد سردار اور شاہان ایران کی نسل کے لوگ بھی ان سے آ کر مل گئے تھے، مورخ المسعودی نے صراحتاً بیان کیا ہے کہ بلاد اصفہان کے شاہان عجم کی اولاد میں سے ایک نوجوان جس کو "الزکری" کہتے تھے، قرامطہ سے مل گیا اور اس نے ان کی قیادت کی باگ بھی سنبھالی تھی (ص۳۹۱ التنبیہ والاشراف مطبوعہ بریل ۱۸۹۳ء)

قرامطہ کا ایک اور سردار زکرویہ بن مہرویہ بھی ایرانی نسل کا تھا اور یہی وہ شخص تھا جس نے حمدان قرمط کے عزیز قریب اور کارگزار داعی عبدان کو مروا دیا تھا جس سے ان میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی تھی۔ زکرویہ کے کئی بیٹے تھے ان میں سے یحییٰ نے خود بہ مہدی موعود؟ ہونے کا دعویٰ کیا۔

یحییٰ بن زکرویہ بن دہمویہ الذی ادعی عند القرامطۃ انہ محمد بن عبد اللہ بن اسمٰعیل ابن جعفر بن محمد بن الحسین بن علی بن ابی طالب وقد کذب فی ذلک ..... وا تبعہ طائفۃ من الاصبغ وسموا بالفاطمیین

ص۸۶ ج ۱ البدایہ والنہایہ)

یحییٰ بن زکرویہ بن مہرویہ یہی وہ شخص ہے جس نے قرامطہ (کی جماعت میں) یہ دعویٰ کیا کہ وہ محمد بن عبداللہ بن اسماعیل بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہے، اس میں اس نے یقیناً جھوٹ بولا ..... الاصبغ میں سے ایک گروہ اس کا متبع ہوا ان کو فاطمیین سے موسوم کیا گیا۔

حاجیوں کا قتل اور کعبہ کی بے حرمتی

بلاد شام پر کئی مرتبہ خونریز حملے کئے بالآخر خلافت کی فوج نے ان کا قلع قمع کر دیا۔ انہی ایام میں ایک اور ایرانی نژاد سردار ابو سعید حسن بن بہرام جو اپنے مولد "قریہ جنابہ" کی نسبت سے "جنابی" کہلاتا تھا، بحرین کے اکثر دیہات پر قابض ہوگیا، مقام ہجر کو فتح کرکے اپنا مستقر بنایا اور اسماعیلی قائد سے تعلقات استوار کئے جس نے بقول اسماعیلی مؤلف "خلافت عباسیہ پر حملے کرنے کی ترغیب دلائی تھی (صفحہ ۲۳۶ تاریخ فاطمین مصر) پہلے تو عراق کے مقامات بصرہ و کوفہ وغیرہ پر اچانک حملے کرکے لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت گری کا ہنگامہ برپا کیا پھر حاجیوں کے قافلوں پر پے در پے حملے کئے، بہت سے حاجیوں کو قتل کیا، ان کا مال و اسباب لوٹ لیا، کئی سالوں تک قرامطہ کے خوف و دہشت سے لوگ حج کو نہ جا سکے۔ پھر ۳۱۷ھ میں مکہ معظمہ پر دھاوا حملہ کیا جس کے حالات اکثر مورخین نے لکھے ہیں۔ یہاں اسماعیلی مولف کی عبارت نقل کرتا ہوں وہ لکھتے ہیں کہ:

اب تک قرامطہ حاجیوں کے قافلوں کو لوٹا کرتے لیکن ۳۱۷ھ میں عراق سے بھاگ کر مکہ معظمہ پہنچے اس سال منصور دیلمی حاجیوں کا سردار تھا۔ یہ ان لوگوں (حاجیوں) کو ساتھ لیکر بغداد سے مکہ روانہ ہوا، مکہ معظمہ میں عین "ترویہ" کے روز قرامطہ نے ان پر حملہ کرکے ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ ان میں سے کئی آدمیوں کو (؟) خود بیت اللہ اور مسجد حرام میں قتل کیا۔ حجر اسود کو اس کی جگہ سے نکال کر اپنے مستقر ہجر کو لے گئے تاکہ اپنے شہر میں حج مقرر کریں (؟) ابن جہلب (؟) امیر مکہ نے کئی اشراف کو ساتھ لے کر یہ کوشش کی کہ قرامطہ اپنے کرتوت سے باز آئیں مگر ان کی کوششیں ناکام ہوئیں (؟) اس کے بعد بیت اللہ کا دروازہ اور محراب اکھاڑے گئے مقتولوں کے چند لاشے زمزم کے کنویں میں پھینک دیئے گئے اور چند بغیر غسل اور کفن کے مسجد حرام میں دفن کئے گئے۔ اہل مکہ پر بھی مصیبتیں ڈھائی گئیں۔ اس حادثہ کی اطلاع جب مہدی کو قیروان میں پہنچی تو اس نے قرامطہ کے رہبر ابو طاہر (بن ابو سعید حسن بن بہرام جنابی۔م) کو بہت لعنت ملامت کی اور اسے لکھا:

"تو نے کفر و الحاد کے الزام کو جو ہم پر لگایا جاتا ہے اپنے عمل سے ثابت کر دیا اگر تو حاجیوں کا لوٹا ہوا مال اور حجر اسود واپس نہ کرے گا تو ہم تجھ سے دنیا و آخرت

میں بری ہو جائیں گے"۔ مہدی کے بعد اس کے جانشین قائم نے بھی ایک خط ابو طاہر کو لکھا۔ ابو طاہر نے ۳۲۹ھ میں یہ کہہ کر حجر اسود واپس کیا کہ "ہم حکم ہی سے اسے لے گئے تھے اور حکم ہی سے واپس کرتے ہیں"۔ تقریباً بائیس سال حجر اسود قرامطہ کے پاس رہا۔ (صفحہ ۲۳۸ تاریخ فاطمین مصر)

قرامطہ کے ان افعال قبیحہ اور اس حادثہ فاجعہ کو جملہ مورخین نے بیان کیا ہے اس لئے اسماعیلی مولف بھی کلیتاً نظر انداز نہیں کر سکتے تھے لیکن اپنے فرقے کی اس اہم شاخ کی پاسداری کے جذبے ہی کا شاید یہ اثر ہو کہ وقوعہ کی شناعت کو قدرے گھٹا کر بیان کیا ہے۔ یہ واقعہ شیعی مورخ المسعودی کے اپنے زمانہ کا ہے وہ اپنی مشہور تالیف التنبیہ والاشراف میں جو ۳۴۵ھ میں تالیف ہوئی تھی یعنی اس حادثہ سے صرف ۲۸ سال بعد صراحتاً بیان کرتے ہیں کہ مسلم امت کے ان نفوس کا شمار تو حد حساب سے باہر ہے جو مکہ سے بھاگ پڑے تھے اور پہاڑوں کی وادیوں اور صحراؤں میں بھوک پیاس سے ہلاک ہوئے لیکن خود شہر مکہ میں مقتولین کی تعداد کم و بیش تیس ہزار نفوس کی اندازاً بیان کی گئی ہے (صفحہ ۳۸۶ مطبوعہ بریل) جن میں سے حسب تصریح صاحب تاریخ الکعبۃ المعظمۃ ایک ہزار سات سو مرد و اناث مسجد الحرام میں قتل ہوئے، ان کی لاشوں کو چاہ زمزم میں ڈال دیا گیا جو ان سے اٹ گیا تھا۔ اس تعداد کو اسماعیلی مؤلف نے "کئی آدمیوں" کے الفاظ سے ظاہر کیا ہے امیر مکہ کا نام اور ان کا واقعہ بھی غلط لکھا ہے، امیر مکہ محمد بن اسماعیل المعروف بابن مخلب مع اپنے اہل خاندان اور اپنے سپاہیوں کے خونخوار قرمطیوں سے برسر پیکار ہو کر جاں بحق ہوئے فقاتلہ امیر مکۃ فقتلہ القرامطی وقتل اکثر اھل بیتہ واھل مکۃ وجندہ (صفحہ ۱۷۱ ج البدایۃ والنہایہ) یعنی امیر مکہ قرمطی (حملہ آوروں) سے لڑے مگر قرمطیوں نے ان کو ان کے اکثر اہل خاندان اور مکہ کے باشندوں اور شکریوں کو قتل کرادیا۔ اسماعیلی مولف کا امیر مکہ کے بارے میں یہ قول مندرجہ بالا حقائق کے اعتبار سے معناً کس درجہ غلط ہے کہ: "ان امیر مکہ کی کوششیں ناکام ہوئیں"! اسی طرح مولف مذکور نے بیت اللہ کے صرف "دروازے اور محراب" کا اکھاڑنا بیان کیا ہے۔ مورخ المسعودی ... دیگر مورخین نے تصریح کی ہے کہ قرمطی لٹیروں نے خانہ کعبہ کے انہدام کے سلسلہ میں ... رم کے نتیجے کو منہدم کر دیا، میزاب کعبہ اکھاڑتے ہوئے جو قرمطی اوپر چڑھا تھا اوندھا گر کر ہلاک ہوگیا، دوسرا حجر اسود کو اکھاڑتے وقت کہتا جاتا تھا این الطیر الابابیل؟ این الحجارۃ من سجیل؟ (صفحہ ۱۶۱ ج البدایہ والنہایہ) یعنی سورۃ الفیل میں یمن کے عیسائی

حکمران ابرہہ کے انہدام کعبہ کے مقصد سے آنے اور اپنے ارادہ فاسد میں ناکام رہنے اور بحکم خداوندی اس پر وبا مسلط ہونے کا جو ذکر ہے اس کا مذاق اڑایا تھا۔ خانہ کعبہ میں ایسی لوٹ کھسوٹ مچائی کہ سونے چاندی کی جالیاں، سونے چاندی کے قندیل اور جھاڑ فانوس، بیش قیمت پردے اور وہ تمام زیبائش کے قیمتی ساز و سامان جو خلفائے بنی امیہ اور بنی عباسؓ نے اپنے اپنے عہد میں اس مقدس و متبرک مقام کی زینت کے لئے فرطِ عقیدت سے پیش کئے تھے نیز آثارِ قدیمہ کی تمام باقیات اتنی مقدار میں لے گئے کہ بقول ہمعصر مورخ المسعودی پچاس اونٹوں پر صرف یہی سامان بار کرایا گیا تھا صا۳۸ التنبیہ والاشراف)

ظاہر ہے کہ ان افعال قبیحہ کے ارتکاب کا خیال تک بھی کسی کلمہ گو سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ مگر قرمطیوں کی نظر میں خانہ کعبہ اور بیت اللہ کے حج کی جو کچھ حقیقت تھی اس کا اندازہ ان ہی اسمٰعیلی مولف کی دوسری تصنیف: "ہمارے اسماعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" کے مطالعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب نامی پریس حیدرآباد کی مطبوعہ اور ۲۶ × ۲۰ سائز کے (۶۷۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ مقدمہ کتاب میں اسمٰعیلی مولف نے اس سوال کو اٹھاتے ہوئے کہ ہمارا اسمٰعیلی مذہب کہاں تک اصول اسلام پر مبنی ہے؟ لکھا ہے کہ:

: فروعات میں اختلاف ہونا خیر کوئی ایسی بات نہ تھی لیکن افسوس ہے کہ اصول ہی کچھ ایسے ایجاد کئے جو اسلام کے اصول سے الگ ہو گئے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ مسلمان مورخین جنہیں ہم "اہل ظاہر" کہتے ہیں ہمارے مذہب کے متعلق یہی رائے رکھتے ہیں کہ اسماعیلیت کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں تو ہمارے بھائی یہ کہیں گے کہ یہ لوگ تو ہمارے دشمن ہیں ان کی رائے ضرور ہمارے خلاف ہوگی لیکن بڑے اچنبھے کی بات ہے کہ مستشرقین جو ہم دونوں سے بالکل الگ ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ اسماعیلیت اسلام سے علیحدہ ہے۔ صت مقدمہ کتاب)

آگے چل کر خود یہی اسمٰعیلی مولف فرماتے ہیں کہ ان کے گروہ کے نزدیک حج بیت اللہ سے مراد: "امام الزمان اور ان کی طرف متوجہ ہونے سے ہے" اور خانہ کعبہ کا سات بار طواف کرنے سے مطلب: "سات اماموں کی دوستی رکھنے اور ان کے احکام کی پیروی کرنے سے ہے"! (مضمون دیگر تاویلات رصا۳ ایضاً) ان عقائد کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ قرمطی حجر اسود کو اس غرض سے اکھاڑ کر لے گئے کہ "اپنے شہر میں حج مقرر کریں"! محض بے معنی ہے۔ قرامطہ تو عبیدیوں ہی کے اشارہ

برادران ہی کے احکام کی تعمیل میں یہ سب حرکات خلافت کے استیصال اور ایرانی النسل عبیدیوں کے برسر اقتدار آنے کے مقصد سے کر رہے تھے۔

وکان هولاء القرامطة يراسلونه ويدعون اليه ويترامون عليه ويقال انهم انما كانوا يفعلون ذالك سياسة ودولة لاحقيقة له. (صلا ج البدايه)	(عبیدی مہدی سے) یہ قرامطہ خط و کتابت رکھتے تھے اسی کی دعوت دیتے اور کہتے تھے کہ یہ سب کچھ سیاسی مقاصد سے اور سلطنت کے لئے کر رہے تھے جس کی کوئی اصلیت نہ تھی

بغداد کے ترکی امیر الامراء بجکم نے پچاس ہزار دینار کی گراں قدر رقم حجر اسود کی واپسی کی غرض سے پیش کی مگر قرامطہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب تک وہی ہم کو حکم نہ دیں گے جن کے حکم سے ہم لے گئے ہیں اسے واپس نہ کریں گے۔ نحن اخذناه بامر فلا نرده الا بامر من اخذناه بامره (صا۲۲۳ ایضاً) ان کے اس قول سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عبیدی مہدی ہی کے حکم سے اس فعل کا ارتکاب کیا گیا تھا۔ تخریب مذہب کے جذبے کے علاوہ نسلی عصبیت بھی کارفرما تھی۔ قرامطہ کے اکثر و بیشتر لیڈر ایرانی نسل کے تھے، مورخ المسعودی جو قرمطی لیڈر ابو سعید حسن بن بہرام جنابی کے ہم زمانہ تھے، اس کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ شاہان ایران کے خاندان سے اس کو نسبت تھی اور ان سے اس کا میل ملاپ رہا تھا۔ بالفاظ دیگر ان کے باقی ماندہ اخلاف سے اس کے روابط قائم تھے: "اصحاب الغرب" یعنی عبیدیان افریقہ اور یمن کے قرامطہ کا ذکر کرتے ہوئے المسعودی یہ الفاظ لکھتے ہیں۔

واخبار ابی سعيد الحسن بن بهرام الجنابی ونسبته واتصاله بملوك فارس ومكانه من هذه الدعوة (صا۲۹۲ التنبيه والاشراف مطبوعہ بریل ۱۸۹۴ء) تو کوئی ایرانی اس زمانے میں سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی جد و جہد کرتا قرامطہ سے ساز باز اور روابط و میل ملاپ پیدا کرتا، چنانچہ ایک اور ایرانی مرداویج نے بھی قرامطہ کے سردار کے ساتھ اسی مقصد سے تعلقات قائم کئے کہ عربوں کے ہاتھ سے سیاسی اقتدار چھین کر ایرانی و عجمی سلطنت قائم کرے۔ اس کے بارے میں علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔ وانه مالئ لصاحب البحرين امير القرامطة وقد اتفقا على رد الدولة من العرب الى العجم (صا۱۸۱ ج البدايه والنهايه) اور اس مرداویج نے بحرین کے حاکم و سردار قرامطہ سے تعلقات قائم کئے اور یہ دونوں اس بات پر متفق ہو گئے

کہ عربوں کے ہاتھ سے حکومت نکال کر عجمیوں کی طرف لوٹا لائیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اکثر صوبوں کے گورنروں کے مطلق العنان ہو جانے سے مرکزی حکومت کمزور پڑ گئی تھی تاہم قرامطہ کی لوٹ مار، قتل و غارت گری، خانہ کعبہ کی بے حرمتی، حاجیوں کے قافلوں کے دردناک قتل کے واقعات نے عالم اسلامی میں سخت اضطرابی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ بقول جسٹس امیر علی: "قرامطہ کے جرائم کا پیالہ لبریز ہو گیا تھا ہر چہار طرف کے مسلمان ان دشمنان انسانیت کے استیصال پر متحد ہو گئے اور پندرہ برس کے خونریز قتال و جدال کے بعد اس ملعون گروہ کا قلع قمع کر دیا گیا (ص۲۹۵ ہسٹری آف سیراسینز) تاریخ فاطمین مصر کے اسمٰعیلی مولف بھی لکھتے ہیں کہ "بالآخر (خلیفہ) مقتدر باللہ عباسیؒ نے دو فوجی سردار ہارون بن غریب اور صافی کو بصرہ کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے قرامطہ کو زبردست شکست دی اس کے بعد عراق میں پھر قرامطہ نے سر نہ اٹھایا" (ص۲۴۲) عراق و بحرین میں قرامطہ کے استیصال کے بعد اس گروہ کے کچھ افراد خلافت عباسیہ کے بعید اور دور دست مقامات سندھ وغیرہ میں پناہ گزین ہوئے۔ رفتہ رفتہ یہاں بھی کچھ سیاسی قوت بہم پہنچالی۔ امیر المومنین القادر باللہ عباسیؒ کے زبردست سلطان محمود غزنویؒ نے ان کی سیاسی قوت کا خاتمہ کر دیا، لیکن یہ لوگ پھر بھی اپنی دعوت خفیہ خفیہ چلاتے رہے۔

بصرہ اور بحرین کے علاوہ یمن کے بعض مقامات پر بھی قرامطہ کے داعیوں نے سیاسی اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ مگر ان میں سے اکثر کی اخلاقی حالت حد درجہ گری ہوئی تھی۔ کتاب السلوک کے مولف قاضی ابو عبد اللہ بہاؤ الدین بن یوسف بن یعقوب الجندی نے فقیہہ ابو عبد اللہ محمد بن مالک کے بیان کردہ چشم دید حالات لکھے ہیں۔ ابو عبد اللہ محمد فقہائے یمن میں سے مسلکاً سنی حنفی تھے اسمٰعیلی داعی علی بن محمد الصلیحی کے ایام میں اس غرض و مقصد سے اس فرقے میں شامل ہو گئے تھے کہ ان کے اندرونی اور اصلی حالات کی تحقیق کریں۔ جب اصل حالات اپنی آنکھوں دیکھ لئے رجوع کیا اور ایک رسالہ تالیف کیا۔ فلما تحقق فسادہ رجع عنہ وعمل رسالۃ مشہورۃ (ص۱۲۰ اخبار القرامطہ بالیمن) ان کے بیان سے بھی ولندیزی اسکالر (دے خوئے) کے قول کی تائید مزید ہوتی ہے کہ جن سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے یہ تحریک چلائی گئی تھی اس کی کامیابی کی غرض سے مختلف النوع عناصر کو شامل کیا گیا اور ہر قماش کے لوگوں سے کام لیا گیا۔ حتیٰ کہ آوارگی کو بے قیدی سے چھوٹ دیدی گئی۔ رسالہ میں قرامطہ کے ایک داعی کی بہیمانہ حرکات کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔ یہاں صرف ایک فقرے کے نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں کہ:۔

وذهبك في المذيخرة على تحليل المحرمات الشرعية وإباحة محظوراتها وعمل بها دارًا واسعة يجمع فيها أهل مذهبه نساءً ورجالاً متنزّهين متطيّبين ويوقد بينهم الشمع ساعة ويتحادثون فيها بأطيب الحديث والطربة ثم يطفي الشمع ويضع كل منهم يده على امرأة ...... (الى آخره)

ص۱۴۷ اخبار القرامطہ بالیمن مطبوعہ لندن ۱۳۰۹ء

اور (قرمطی داعی نے) مقام مذیخرہ میں محرمات شرعی کو حلال کر دیا ممنوعات شرعیہ کو کھلی آزادی دیدی ایک وسیع مکان بھی وہاں بنوایا جس میں اس کے اہل مذہب عورتوں مردوں کا اجتماع ہوتا اور یہ سب آراستہ ہو کر خوشبوئیں لگا کر آتے شمع ان کے درمیان روشن ہوتی، دلآویز طور کی سے باتیں اور خوش فعلیاں کرتے پھر شمع بجھا دی جاتی اور ہر شخص کسی عورت پر ہاتھ ڈالتا......

.. ..

علامہ ابن کثیرؒ نے بھی یہ بیان کرتے ہوئے کہ ۲۷۸ھ میں قرامطہ حرکت میں آئے لکھا ہے کہ یہ فرقہ زندیقوں اور ملحدوں کا ہے، جو ایرانی فلاسفہ کا اتباع کرتے ہیں اور زردشت و مزدک کی نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں محرمات کو حلال جانتے ہیں۔ ان کو باطنیہ، اسماعیلیہ، سبعیہ اور بابکیہ و خرمیہ وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے آخر میں لکھتے ہیں کہ:۔

وقد بقي من البابكية جماعة يقال انهم يجتمعون في كل سنة ليلة هم ونساؤهم ثم يطفئون المصباح وينتهبون النساء فمن وقعت يده في امرأة حلت له۔

(ص۶۲ ج۱۱ البدایہ والنہایہ)

بابکیہ میں سے ایک جماعت ابتک باقی ہے کہا جاتا ہے کہ ان کے یہاں مرد و عورت کا سالانہ اجتماع شب میں ہوتا ہے پھر چراغ و شمع بجھا دی جاتی ہے۔ عورت پر ہاتھ ڈالتے ہیں اور جس کا جس عورت پر ہاتھ پڑ جاتے وہ اس کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔

.. ..

ان داعیوں میں سے ایک نے نبوت کا بھی دعویٰ کیا تھا اس کے چند شعر بھی مولف موصوف نے نقل کئے ہیں جو کفریات و خرافات سے مملو ہیں۔ بالآخر مرکزی حکومت نے فوج بھیج کر یمن کے صوبہ سے بھی قرمطیوں کے تسلط کا خاتمہ کر دیا۔ اس فوج کے سردار ایک ہاشمی تھے جن کو خلیفہ بغداد نے مامور کیا تھا۔ ان تدوصلہ بارسال من صاحب بغداد (ص۱۴۵ اخبار القرامطہ)

مغربی افریقہ میں دعوت کا اجراء

دعوت عبیدیہ کا ایک پرجوش داعی ابو عبد اللہ الشیعی قتادہ یمن میں قرامطہ کے استیصال سے کچھ مدت پہلے

مصر ہوتا ہوا شمال مغربی افریقہ کے بربری قبائل میں تبلیغ دعوت کے لئے طرح طرح کی صعوبتیں اٹھا کر جا پہنچا۔ وہ سادہ زندگی بسر کرتا، موٹے کپڑے پہنتا اور ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتا۔ (صہ ٦٧ تاریخ فاطمین مصر) اس کے ظاہری زہد و تقشف کا اثر ان بربری قبائل پر جن کی خصوصیات میں بقول مولف تاریخ فاطمین "باطل پرستی، توہمات میں انہماک اور سرعت قبول شامل تھے" خاص طور سے بڑھتا گیا۔ غرضیکہ ۲۸۰ھ میں داعی ابو عبد اللہ الشیعی اپنے بڑے بھائی ابو العباس کے ساتھ بربری قبائل میں اپنی تحریک کو جاری کرنے اور پندرہ سولہ برس کی مسلسل جد و جہد کے بعد سیاسی اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ ۲۹۶ھ میں اس نے میمون القداح کے پوتے کو جس کا نام و نسب بعض مورخین نے حسین بن احمد یا احمد بن عبید اللہ بن میمون القداح لکھا ہے۔ ملک شام سے بلوا کر مقام سجلماسہ (مغربی افریقہ) میں عبید اللہ المہدی کی حیثیت سے ظاہر کیا لیکن تھوڑے عرصہ بعد ابو عبد اللہ الشیعی اس سے منحرف ہو کر بغاوت پر آمادہ ہوگیا اور بقول اسمٰعیلی مولف اس نے بربری سردار کے روبرو اپنے شکوک اس طرح ظاہر کئے۔

"اس مہدی کے افعال اس مہدی کے مانند نہیں ہیں جس کی طرف میں دعوت کرتا تھا مجھے غلط فہمی ہوگئی ہے اور میں نے ابراہیم خلیل اللہ کی طرح دھوکا کھایا ہے جب انہوں نے تارے کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ میرا رب ہے اس لئے مجھ پر اور تم پر فرض ہے کہ ہم ان کا امتحان لیں اور ان سے ایسے اوصاف کا ثبوت طلب کریں جنہیں نسب دان امام میں ہونا ضروری سمجھتے ہیں (صہ ۱۹۲ ہمارے اسمٰعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام مولفہ ڈاکٹر زاہد علی)

ابو عبد اللہ الشیعی، اس کے بھائی ابو العباس اور ان کے ساتھیوں کی یہ بغاوت ناکام رہی عبید اللہ مہدی نے ان دونوں کو اور ان کے بعض ساتھیوں کو قتل کرا کے قبیلہ کتامہ وغیرہ کی مدد سے اپنے سیاسی اقتدار کی بنیاد مستحکم کی۔ اور اس طرح عبید اللہ بن میمون القداح کی تحریک نے بالآخر اس حکومت و سلطنت کی شکل اختیار کی جو ابتداً مغربی افریقہ میں اور بعد ازاں مصر میں اسلامی خلافت کے حریف کی حیثیت سے "خلافت فاطمیہ" اور "دعوت فاطمیہ" سے موسوم کی گئی۔

دعوت فاطمیہ عبیدیہ

یہ "دعوت فاطمیہ" جو "برعکس نہند نام زنگی کافور" کے مصداق اصل و حقیقت کے

اعتبار سے "دعوت عبیدیہ" اور مقصد و غرض کے لحاظ سے عربوں کے سیاسی اقتدار و حکومت اسلامی کے مقابلہ میں جیسا کہ تفصیلاً بیان ہو چکا ایک زبردست تحریک تھی، بڑی منظم، منضبط، ہمہ گیر اور دور رس۔ واقعات کا مورخانہ تجزیہ کیا جائے تو صاف ہویدا ہو جاتا ہے کہ صحیح النسب فاطمیوں سے اسے کوئی تعلق نہ تھا۔ "فاطمیت"، "مہدیت"، "اسماعیلیت"، "امامت" کی اصطلاحیں جن مقاصد سے اختیار کی گئیں ان کا قدرے اندازہ ان عجیب و غریب عقائد سے ہوگا جو اسماعیلی مولف ڈاکٹر زاہد علی کی تالیف "ہمارے اسمٰعیلی مذہب کی حقیقت اور اس کا نظام" (مطبوعہ نامی پریس حیدر آباد دکن) میں شرح و بسط سے بیان کئے گئے ہیں۔ چند فقرات ملاحظہ ہوں:۔

"آنحضرت صلعم کے دادا مولانا عبد المطلب حضرت ابراہیم کی ذریت سے ہیں آپ بھی حضرت ابراہیم کی طرح حضرت عیسیٰ کے دور میں مستقر امام تھے یعنی آپ میں نبوت، رسالت، وصایت اور امامت چاروں مراتب جمع تھے۔ آپ نے اپنے دو فرزندوں مولانا عبد اللہ اور مولانا ابو طالب کو خدا کے امر و وحی سے الگ الگ رتبے دئے پہلے کو نبوت و رسالت کے رتبے دے کر ظاہری دعوت کا صدر بنایا اور دوسرے کو وصایت و امامت کا درجہ دے کر باطنی دعوت کا ائیں مقرر کیا۔ مولانا عبد اللہ کے انتقال کے وقت آنحضرت صلعم پیدا نہیں ہوئے تھے اس لئے مولانا عبد المطلب نے اپنے فرزند مولانا ابو طالب پر نص کر کے انہیں آنحضرت صلعم کا کفیل بنایا...... مولانا ابو طالب نے نبوت و رسالت کا رتبہ آنحضرت صلعم کو اور وصایت و امامت کا درجہ مولانا علی کو دیا۔ (صہ ٦٢ و صہ ٦٤)

اوپر کے بیانات سے واضح ہے کہ مولانا ابو طالب چار عظیم الشان مراتب یعنی نبوت رسالت، وصایت اور امامت کے مالک تھے۔ آپ ہی زمانہ ستر و تقیہ کے آخری امام تھے جنہوں نے آنحضرت صلعم کو قایم کیا گویا آپ ہمارے اصول کے مطابق آنحضرت صلعم کے "رب" تھے (صہ ٦٥)

آنحضرت کو مولانا ابو طالب نے قایم کیا یعنی آپ کو نبوت و رسالت کے رتبے سے سرفراز کر کے وصایت و امامت کے رتبے کے متعلق مولانا علی کا کفیل بنایا، جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ظاہری شریعت کی تبلیغ کی اور

باطنی شریعت کے لئے مولانا علی کو قائم کیا۔ آپ کے اور مولانا علی کے مراتب میں ہمارے داعیوں میں بڑا اختلاف ہے (صـ۷۲)

رسالت و امامت کے اعتقاد کے متعلق ہم میں تین گروہ ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ مولانا علی اور آپ کی نسل سے جتنے ائمہ ہونے وہ سب انبیاء مرسلین سے جن میں آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں۔ چار درجے افضل ہیں۔ اس جماعت کو تقدم حاصل ہے۔ (صـ۷۲)

دوسرا گروہ متاخرین داعیوں کا یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم مولانا علی سے افضل ہیں (صـ۷۳)

تیسرا گروہ ستر کے داعیوں کا یہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم اور مولانا علی دونوں مساوی ہیں، ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ ایک کو دوسرے سے افضل سمجھنے والا ملعون ہے (صـ۷۵)

ہمارے اکثر اثنا عشری بھائیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ مولانا علی آنحضرت سے افضل ہیں میرے ایک اثنا عشری عزیز دوست کے قول پر غور کیجئے۔

دستِ احمدؐ نے کیا ہے اپنے بازو کو بلند
جب تو اونچا ہے نبوت سے امامت کا وقار

(صـ۷۶)

اسلامی معتقدات ہی سے نہیں تاریخی واقعات سے بھی ان "عقائد" کی پوری تکذیب ہوتی ہے۔ جن سیاسی مقاصد سے یہ "عقائد" وضع ہوئے ان کے اعتبار سے نیز تاریخ سے ثابت ہے کہ دعوت "فاطمیہ" "مہدیہ" "امامیہ" وغیرہ کے پیرو اگرچہ مختلف النوع ہیں، مگر سب اس بات پر متفق ہیں کہ بعثت نبویہ کے وقت ہی سے یہ دعوت جاری ہے۔ اس دعوت کے جن اصول پر اس کے سب داعی اتفاق کرتے ہیں اور اختلاف الفاظ کے ساتھ جو ایک ہی سی باتیں یہ سب لوگ کہتے ہیں وہ مختصراً یہ ہیں کہ :۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غایت ہی یہ تھی کہ آپ کے بعد آپ کی امامت حضرت علیؓ کو ملے اور ان کے بعد ان کے سولہ یا اٹھارہ فرزندوں میں سے صرف حسنین اور ان کے اخلاف کو ایک مختصر سا گروہ البتہ حضرت محمد بن علیؓ (الحنفیہ) کی

امامت کا مدعی ہوا تھا۔

(۲) منصب امامت منصب نبوت سے افضل ہے یعنی محمد الامام محمد النبی سے افضل ہیں؟

(۳) ائمہ سب یکساں حیثیت رکھتے ہیں اور سب میں عینیت تامہ ہے۔ یعنی مثلاً اثنا عشریہ کے نزدیک حضرت علی اور حضرت حسین ہی نہیں بلکہ محمد الجواد و حسن العسکری بھی جو محمد النبیؐ سے افضل اور "محمد الامام" کے ہم پلہ ہیں اسمٰعیلیہ کے نزدیک یہی حیثیت الحاکم اور المعز کی ہے۔ صغیرنا و کبیرنا سواء (ہمارے چھوٹے بڑے سب برابر ہیں)

(۴) امام چونکہ ناطق ہے یعنی بولنے والا اس لئے وہ کتاب (قرآن) سے بالا ہے کیونکہ کتاب صامت ہے یعنی خاموش۔ کتاب کو امام پر حَکَم نہیں کہا جا سکتا۔ امام کتاب پر حَکَم ہے اور اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ جس چیز کو چاہے حلال قرار دے اور جس چیز کو چاہے حرام۔ یحلون ما یشاؤن و یحرمون ما یشاؤن (جس چیز کو چاہیں حلال قرار دیں اور جسے چاہیں حرام کہیں)

(۵) امام کا تقرر منجانب اللہ ہوتا ہے اور بذریعہ وحی اس بارے میں کسی کو یارائے دم زدن نہیں۔ اسماعیلیہ کا اس خصوص میں جو عقیدہ ہے وہ پہلے بیان ہو چکا۔

امامت کے اس اساسی تصور کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو مختلف فرقوں میں قدرے مختلف ہیں؛ چونکہ تحریک اور دعوت کا محور یہی تصور ہے اس لئے اسی کے بیان پر یہاں اکتفا کیا جاتا ہے، مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ اس اساس پر سب کے مجتمع ہونے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے یہاں امامت کا کوئی ایسا سلسلہ بھی ہے جس پر سب کو اتفاق ہو حضرت حسینؓ کے بعد ان کا کوئی امام متفق علیہ نہیں۔ ہر فرقے کے ہاں ائمہ کا الگ سلسلہ ہے اور سب لوگ اپنے اپنے اماموں میں وہی صفات بیان کرتے ہیں جو اوپر بیان ہوئیں۔ اختلاف جو ہے وہ ان صفات سے موصوف ائمہ کے تعین میں ہے۔ تعین کا اختلاف بھی اجتہادی نہیں کہ باہم رواداری کی گنجائش ہو بلکہ ہر سلسلے کے متبع اپنے سلسلہ امامت کے علاوہ باقی سب سلاسل کو باطل قرار دیکر ان کے ائمہ کی تکذیب کرتے ہیں۔ یعنی ایک فرقہ کے نزدیک اگر "امام معصوم" اور "ناطق بالوحی" علی بن حسینؓ (زین العابدین) ہیں تو دوسرے کے نزدیک یہ منصب محمد بن علیؓ (الحنفیہ) کا ہے۔ پھر ایک ہی سلسلہ کا ایک فرقہ اگر اپنے متفق علیہ امام یعنی جعفر (الصادق) کے بعد موسیٰ (الکاظم)

کو امام معصوم کہتا ہے تو دوسرا ان کے بھائی اسمٰعیل (الاعرج) کو جن کا انتقال کہا جاتا ہے کہ اپنے والد ماجد کی زندگی میں ہو گیا تھا یا بروایت دیگر جن کو کسی لغزش کی بنا پر ان کے پدر بزرگوار نے الگ کر دیا تھا۔ غرض کہ اس طرح گویا اولادِ علیؓ کی مختلف شاخوں کو ان لوگوں نے باہم تقسیم کر رکھا ہے۔ اس ادعا کے ساتھ کہ وحی الٰہی کے تحت صرف انہی کے ائمہ کا تقرر ہوا ہے۔ باقی سب مدعیان امامت خود ساختہ ہیں۔ محمد بن علیؓ (الحنفیہ) کی امامت کے قائل کیسانیہ کہلاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان میں اور ان کے بھتیجے علی بن الحسینؓ (زین العابدین) میں جب منصب امامت کے بارے میں اختلاف ہوا تو قرار پایا کہ حجر اسود جس کی امامت کی شہادت دے وہی امام ہو۔ محمد الحنفیہؒ کے سوال پر حجر اسود خاموش رہا، لیکن حضرت علی بن الحسینؓ کے سوال پر حجر اسود میں حرکت پیدا ہوئی اور فصیح عربی میں آواز آئی کہ امامت کا حق علی بن الحسینؓ کا ہے۔ ویسے اندرونی طور پر اپنے اپنے ائمہ کے بارے میں غلو کا یہ عالم ہے کہ نہ نبوت و رسالت کوئی چیز رہتی ہے اور نہ کتاب و سنت دو سلسلوں کے متفق علیہ امام جناب جعفرؒ (الصادق) کی بابت ان بڑے اور چھوٹے فرقوں کے تصورات کو ایک صاحب نے ذیل کے عربی اشعار میں ظاہر کیا ہے ؎

اَلَم تَرَ اَنَّ الرَّافِضِینَ تَفَرَّقُوا	وَکُلُّهُم فِی جَعفَرٍ قَالَ مُنکَرَا
کیا تم نہیں دیکھتے کہ رافضیوں میں کیسا اختلاف ہے	وہ سب کے سب جعفر کے بارے میں کوئی نہ کوئی بات کہتے ہیں
فَمِنهُم طَائِفٌ قَالُوا اِمَامٌ وَمِنهُمُ	طَوَائِفُ سَمَّتهُ النَّبِیَّ المُطَهَّرَا
ان میں ایک فرقہ کہتا ہے کہ وہ امام ہیں	اور ایسے فرقے بھی ہیں جو انہیں نبی پاک کہتے ہیں۔
عَجَبًا لِقَصَّةِ جِلدِ جَعفَرِهِم	بَرِئتُ اِلَی الرَّحمٰنِ مِمَّن تَجَفَّرَا
عجیب بات ہے کہ ان کے جعفر کی جلد نے انہیں کوئی فیصلہ کن بات نہیں بتائی۔	میں اللہ کی جناب میں ان لوگوں کی برأت کا اظہار کرتا ہوں جو جفر پر اعتبار کرتے ہیں[1]

حضرت علیؓ و ان کی وہ اولاد جن کے بارے میں غلو کیا جاتا ہے سب تاریخی ہستیاں ہیں ان میں سے ایک ایک کے حالات و عقائد و اعمال سے یہ امت واقف ہے ان کے سیاسی مواقف بھی سب الم نشرح ہیں۔ ان میں سے بہت سے بزرگواروں کو ہم ثبات قلب میں رفیع المنزلت

---

[1] جفر غیب کی بات معلوم کرنے کا ایک طریقہ بتایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ علم جناب جعفر (الصادق) پر نازل ہوا۔ چمڑے پر لکھا ہوا تھا۔

اور انہیں سوءِ اعتقادی سے نہیں بلکہ فسق و فجور تک کے شوائب سے مبرا دیکھتے ہیں۔ بعض نے سیاسی غلطیاں کیں۔ بعض کی صحیح تدبیریں الٹی پڑ گئیں۔ بعض نے اپنے اجتہاد کی غلطی سے ٹھوکر کھائی اور بعض میں کچھ بشری کمزوریاں بھی نظر آتی ہیں، لیکن ان میں سے کسی کے اندر ایسی بات نہیں ملتی جس سے ان کے سوءِ اعتقادی، یا دعوت محمدیہ کے ساتھ بے وفائی کا شائبہ بھی نظر آئے، ان میں اکثر کے تقویٰ و عدالت، علوم دینیہ میں ان کی دستگاہ سب سے یہ امت واقف ہے، اس لئے ان کی تعظیم و تکریم اور ان سے محبت کی جاتی ہے۔

نبوت و امامت کے بارے میں حقائق تاریخی اور واقعات حقیقی کا مزید جائزہ لینے سے پہلے امت محمدیہ کو اس سوال پر غور کرنے کی دعوت دی جاتی ہے کہ اگر منصب امامت کو منصب نبوت سے افضل مان کر امام کے تقرر کو وحی الٰہی پر منحصر رکھا جائے تو ظاہر ہے کہ "وحی امامت" کو "وحی نبوت" سے افضل ماننا ہوگا۔ وحی نبوت کی شان ہمیں نظر آتی ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ایک دوسرے کے مصدق ہیں اور سب پر باہمی توثیق فرض ہے۔

وَاِذ اَخَذَ اللّٰهُ مِیثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیتُکُم مِّن کِتٰبٍ وَّحِکمَةٍ ثُمَّ جَآءَکُم رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُم لَتُؤمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقرَرتُم وَاَخَذتُم عَلٰی ذٰلِکُم اِصرِی قَالُوا اَقرَرنَا قَالَ فَاشهَدُوا وَاَنَا مَعَکُم مِّنَ الشّٰهِدِینَ۔ (۳-۸۰)	اور جب خدا نے تعالیٰ نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ جس وقت میں تم کو کتاب اور حکمت عطا فرماؤں اور پھر تمہارے پاس ایک ایسا رسول آئے جو اس چیز کی تصدیق کرتا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم یقیناً اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے، پھر فرمایا کہ اس کا اقرار کرتے ہو اور میری عائد کردہ ذمہ داریاں تمہیں منظور ہیں؟ انہوں نے عرض کیا ہم اقرار کرتے ہیں۔ فرمایا پھر گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ میں شامل ہوں۔

نبوت صادقہ کی شناخت ہی یہ ہے کہ وہ انبیاء عصر و ماسبق و ما بعد کی تصدیق پر مبنی ہو۔ اگر ایک وقت میں کئی نبی ہوں جیسے سیدنا یحییٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہما السلام تو وہ بھی سب ایک دوسرے کی تصدیق کے مکلف ہیں اور واقعی وہ ایک دوسرے کے مصدق تھے یہ اس لئے کہ وحی الٰہی کا منبع ایک ہی ہے اور ایک وقت میں جتنے نبی ہوتے ہیں ان سب کا دائرۂ عمل اور مقصد بعثت بھی ایک ہی ہوتا ہے۔

واضرب لھم مثلاً اصحٰب القریۃ اذ جآءھا المرسلون اذ ارسلنآ الیھم اثنین فکذّبوھما فعززنا بثالث فقالوآ انّا الیکم مرسلون۔

(۳۶ - ۱۳)

اور ان کے سامنے اس لبتی کی مثال پیش کیجئے جہاں پیغمبر آئے تھے، جب ہم نے ان کی طرف دو کو بھیجا تو انہوں نے انہیں جھٹلایا تب ہم نے ایک تیسرے سے ان کی وقعت بڑھائی اور ان سب نے مل کر کہا ہم تمہاری طرف پیغام دے کر بھیجے گئے ہیں۔

پس اگر "وحی امامت" کا منبع بھی ایک ہی ہے تو وحی نبوت کے مقابلے میں اس کی یہ فضیلت کیسی کہ ہر "امام" دوسرے امام یا ائمہ کا مکذب اور ان کی دعوت کا مُبطل ہے اور ایک ہی امام پر یہ کیسی وحی آتی ہے کہ وہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اس کا گزرا ہوا بیٹا امام بنایا گیا ہے یا وہ جو زندہ ہے اور اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ان میں سے واقعی فلاں سلسلہ حق ہے اور فلاں باطل تب بھی منصب نبوت کی اس شان سے مقابلہ کرنا ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام کے ہاں ارتقائی درجات میں سابک نبی مرسل کے بعد اس کی دعوت کی مدت پوری ہونے پر جب دوسرا نبی مرسل مبعوث ہوتا ہے تو پہلے کی تصدیق کے ساتھ ساتھ وہ اس سے بہتر نظام حیات اور وسیع تر دائرہ عمل لے کر آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام ارتقائی منازل کس طرح پوری ہوئیں اور خاتم النبیین بنا کر اعلان کر دیا گیا۔

وتمت کلمت ربک صدقاً وعدلاً لا مبدل لکلمتہ۔

(۶ - ۱۱۵)

اور تیرے رب کے کلمات پورے ہو گئے سچائی اور انصاف کے ساتھ اب کوئی نہیں جو اس کے کلمات میں تبدیلی کر سکے۔

گویا حتمی طور پر طے ہو گیا کہ وحی نبوت ختم ہو چکی اور اس وحی کے تحت جو کتاب نازل ہوئی ہے وہ آخری کتاب ہے۔ اب نہ کوئی نئی کتاب آئے گی اور نہ کسی کی یہ حیثیت اور طاقت ہے کہ اس کتاب کے کلمات میں کچھ تغیر و تبدل کر سکے۔ ایسی ہر کوشش ناکام رہے گی۔

انّہ لکتٰب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید ۝

(۴۱ - ۴۲)

یہی ہے وہ سب پر غالب آجانے والی کتاب کہ باطل نہ اس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ پیچھے سے کیونکہ یہ اس ذات کی نازل فرمائی ہوئی ہے جو بڑی حکمت والا ہے اور مستحق ہر ستائش۔

اسی کے ساتھ یہ فرمان خداوندی ہے کہ۔۔

ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتٰب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون اللہ ولکن کونوا ربّانیین بما کنتم تعلمون الکتٰب وبما کنتم تدرسون

(۳ : ۷۸)

کسی انسان کی یہ حیثیت نہیں کہ اللہ سے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے یوں کہے کہ تم احکام خداوندی کے بجائے میرے احکام کی پیروی کرو۔ البتہ یہ کہتا ہے کہ تم علوم الٰہیہ کے حامل ہو اس لئے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لئے کہ تم (علوم کا) درس لیتے ہو

اس آیت میں ہر اس شخص کی نفی مطلق ہے جو اللہ کی کتاب سے ہٹ کر اپنی بات محض اس لئے منوانی چاہے کہ اس کی ہے۔ یہ حیثیت کسی انسان کی نہیں ہو سکتی کہ کتاب اللہ پر حکم بن سکے۔ ہر شخص کو کتاب کی پیروی کرنی ہوگی۔ کتاب کا جو مضمون بھی ظاہر آیت کے منافی بیان کیا جائے گا وہ مردود ہوگا۔

"وحی نبوت" کے مقابلے میں "وحی امامت" کی یہ بات قابل دید ہے کہ "ائمہ" کے لائحہ عمل اور طریق کار میں کوئی ارتقائی شان نظر نہیں آتی۔ اثنا عشریہ کے حسن العسکری اور اسمٰعیلیہ کے العاضد کو کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے اپنے سلسلوں کے ائمہ ماسبق سے زیادہ ترقی یافتہ "امامت" کے حامل تھے، ہمیں تو ان ظاہر بین نگاہوں سے سوائے جمود محض کے اور کچھ نہیں ملتا، البتہ اگر ایک سلسلے کی تخریبی کارروائیوں کے مقابلے میں دوسرے سلسلے کی تخریبی کارروائیوں میں اضافے کا نام ارتقاء رکھا جائے اور یہ نام لے کر امت مسلمہ پر جو آفتیں ڈھائی گئی ہیں انہی کو برکات "امامت" سمجھا جائے تو دوسری بات ہے۔

اس نظری استدلال کے بعد ہم امت محمدیہ کو یہ دریافت کرنے پر متوجہ کرتے ہیں کہ آیا آل علیؓ کی مختلف شاخوں میں اور ایک ہی شاخ کے مختلف افراد میں کوئی رابطہ تھا یا نہیں اگر تھا تو وہ ایک دوسرے کے احوال سے واقف تھے یا ناواقف۔ اگر واقف تھے جیسا کہ اضطراراً ہر شخص سمجھنے پر مجبور ہے تو یہ بات کیا ہے کہ علی بن الحسین (زین العابدینؒ) کو اپنے عم بزرگوار حضرت محمد الحنفیہؒ بن علی بن ابی طالب کا اور تو سب حال معلوم تھا مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ اپنے آپ کو "امام معصوم" کہتے ہیں اور "زندہ جاوید" سمجھتے ہیں، اور مدعی ہیں کہ انہیں موت نہیں آئے گی بلکہ قیامت تک وہی امامت کریں گے۔ علی بن الحسینؒ تو خیر اپنی جگہ ہیں خود

ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد بن علیؓ کو کیا ہوا کہ باپ کی ''امامت'' کے قیامت تک ممتد ہونے کے باوجود خود ''امامت'' کا دعویٰ کر بیٹھے اور اپنے باپ کی تمام صفات کا موصوف اپنے آپ کو بنا لیا، اور یہ سب کام ایسے چپ چپاتے ہو گیا کہ کسی اور ہاشمی کو خبر تک نہ ہوئی۔

پھر جعفر (الصادقؒ) نے کہا جاتا ہے جب اپنے زندہ فرزند موسیٰ (الکاظم) کو امامت سپرد کی تو انہیں یہ معلوم تھا یا نہیں کہ ان کے پوتے محمد بن اسماعیل بن جعفر اپنے چچا کی امامت تسلیم نہیں کرتے اور اپنے باپ کی امامت برقرار رہنے کے مدعی ہیں، اور ان کو اپنے چچا کی مخالفت میں اتنا غلو ہوا کہ خلیفہ عباسی سے ان کی مخبری اور جاسوسی کرتے رہے، اگر معلوم تھا تو انہوں نے کیا کارروائی کی اگر انہوں نے نہیں کی تھی تو موسیٰ (الکاظم) نے اس سلسلے میں کیا کیا۔ اور جب محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباسؓ نے یہ دعویٰ کیا کہ ابو ہاشم کے بعد امامت ان کی طرف منتقل ہوئی ہے تو تمام سادات آل البیت خاموش بیٹھے رہے اور کسی طرف سے احتجاج نہیں ہوا اور نہ تصدیق کا کسی طرف سے سراغ ملتا ہے۔

جن بزرگواروں کا یہ تذکرہ کیا گیا ہے ان کی ہستیاں گم نام نہیں، ان کی زندگیوں کی معمولی معمولی باتیں امت کے پاس محفوظ ہیں۔ پھر تاریخ میں ایسی کوئی چیز کیوں نہیں ملتی جس سے ثابت ہوتا کہ علی بن الحسین (زین العابدینؒ) نے اپنے چچا محمد بن علیؓ یا محمد الباقرؒ نے اپنے ابن عم ابو ہاشمؒ کے کاذب ہونے کا کوئی اعلان کیا ہو یا موسیٰ الکاظم نے محمد بن اسماعیل کے خلاف پروپیگنڈے کی کوئی مہم جاری کی ہو؟ ان کے باہمی تعلقات ان کی رشتہ داریاں، سب بدستور کیوں جاری رہیں۔؟

البتہ ان کے نام لیوا سلاسل میں تکذیب و تضلیل کا ذکر ملتا ہے۔ اس تکذیب کی ایک مثال عبرت انگیز ہے۔ حسن العسکری کے بھائی جعفر نے اپنے گھر کی بات کہہ دی کہ ان کے ''آتی'' بھتیجے محمد بن الحسن پیدا نہیں ہوتے یا بروایت دیگر بچپن میں انتقال کر گئے اور ان کے متعلق یہ پروپگنڈہ غلط ہے کہ وہ غار میں چلے گئے، یا جزیرۂ خضرا میں مقیم ہیں اور قرب قیامت بہ حیثیت ''مہدی'' ظہور کریں گے۔ جعفر کا یہ قول اتنا اشتعال انگیز ثابت ہوا، سیدہ فاطمہؓ کے اس فرزند اور گیارھویں امام کے بھائی کو ''کذاب'' کہا جاتا ہے اور یہ لفظ ان کے نام کا جزو بن گیا ہے کہ جب تک جعفر الکذاب نہ کہا جائے ان کی ذات کی تعین نہیں ہوتی، عرصہ دراز کے بعد ایک فرقہ نے ''کذاب'' کے بجائے ''تواب'' کہنا شروع کیا ہے۔

اب ہم ایک اور مسئلہ کی طرف امت مسلمہ کو متوجہ کرتے ہیں کہ تمام سلاسل کے یہ ائمہ جو ہاشمی ہونے کی وجہ سے خلفائے اسلام (بنو العباس) کے بنو الاعمام تھے، ان کے احوال اور ان کے دعاوی ہمعصر خلفائے عباسیہ کو معلوم تھے یا نہیں، اگر خلفاء کو علم تھا کہ یہ حضرات اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل یا ان کا سہیم سمجھتے ہیں، اپنے اوپر وحی نازل ہونے کے مدعی ہیں اور کتاب اللہ کو اپنے اوپر حکم سمجھنے کی بجائے، اپنے آپ کو کتاب پر حکم سمجھتے ہیں تو انہوں نے خلفائے اسلام، ائمۃ المسلمین اور امراء المومنین ہونے کی حیثیت سے ان کے خلاف کیا کارروائی کی؟ یہ کہہ دینے سے کام نہیں بن سکتا کہ خفیہ خفیہ زہر دے کر مار دیا گیا۔ جس شریعت کی پیروی خلفائے اسلام کرتے تھے، اس میں زندقہ و الحاد کی سزا چپکے سے زہر دیدینا نہیں ہے، وہاں تو کوڑے پڑتے ہیں، ہاتھ پاؤں کاٹے جاتے ہیں، سولیاں دی جاتی ہیں اور عبرتناک سزائیں ملتی ہیں۔ منصور حلاج اور محمد بن سعید شامی کو سولی کیوں دی گئی؟ اور چند قرملی سرگروہوں کے ہاتھ پیر کاٹ کر عبرتناک سزائے موت کیوں دی گئی؟ محض اس لئے کہ خلفائے اسلام کے نزدیک ان کا کلام اور طرز عمل ملحدانہ اور زندیقانہ تھا، حضرت ذو النورین مصریؒ نے مقامات صوفیہ پر کچھ کلام کیا تھا تو امیر مصر عبد اللہ بن حکمؒ شاگرد حضرت امام مالکؒ نے ان کے احوال کی چھان بین کی اور مطمئن ہو کر امیر المومنین المتوکل علی اللہؒ کو اطلاع کر دی۔ مگر امیر المومنین مطمئن نہیں ہوئے اور ان کی طلبی کے احکام جاری کر دئے۔ انہیں اطمینان اس وقت ہوا جب انہوں نے حضرت ذو النورینؒ کو خود اپنے ہاں کچھ دن رکھا اور ان کے احوال کی رفعت دیکھ لی۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دین کو خالص رکھنے میں خلفائے اسلام کتنی جدو جہد کرتے تھے۔

اس سے بھی بڑی مثال امیر المومنین عبد اللہ المامونؒ کی ہے کہ خلق قرآن کے معمولی مسئلے میں انہوں نے کیسی شدت برتی، کلام اور کلمات کے فرق پر غور نہ کرنے کی وجہ سے یہ مسئلہ اتنا اہم ہو گیا کہ باہم تکفیر کے تیر چلنے لگے۔ حالانکہ فریقین کے موقف اپنی اپنی جگہ درست تھے۔ جیسے حنفی علماء نے اسی زمانے میں اور اشعری علماء نے بعد میں اچھی طرح صاف کر دیا، مگر چونکہ امیر المومنین کے نزدیک اہل الحدیث کے موقف میں ایہام شرک تھا۔ اس لئے وہ نہایت سختی سے ان کے ساتھ پیش آئے۔ محنت ابن حنبلؒ کے سلسلے میں جھوٹی سچی بہت سی باتیں کہی گئی ہیں منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ آپ کلمات قرآن کو مخلوق

نہیں کہتے تھے، حالانکہ یہ بات نہیں آپ صرف اتنا کہتے تھے کہ قرآن کلام اللہ ہے اس کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کا مسئلہ اٹھانا جائز نہیں اور امیر المومنین معتصم باللہؒ یہ کہتے تھے کہ مسئلہ جب اٹھ گیا تو اس کی وضاحت کیجئے، بہرحال بات اپنی جگہ ہے کہ خلافت کی طرف سے جو کچھ ہوا اور محدثین نے جو طرزِ عمل اختیار کیا دونوں کا مقصد دین کو خالص اور بدعات سے پاک رکھنا تھا۔

اب دیکھنا چاہئے کہ انہیں امیر المومنین المامونؒ نے امیر علی الرضاؒ کو اپنا داماد بنایا اور ولی عہد مقرر کیا تو کیا اپنے داماد اور ولیعہد کے خیالات و لغویات سے ناواقف تھے جو جانتے بوجھتے انہوں نے اتنا بڑا شرف انہیں عطا فرمایا؟ کیا یہ تعجب اور حیرت کا مقام نہ سمجھا جائے گا کہ جو شخص خلق قرآن جیسے مسئلہ میں یہ شدت دکھلائے اس نے اپنے داماد کی یہ بات کیسے برداشت کرلی کہ وہ اپنے آپ کو "امام معصوم" و "مورد وحی" و "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سہیم اور کتاب اللہ پر حکم" کہتے ہیں اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ان کے فرزند کو بھی جو اپنے اندر اپنی صفات کے مدعی تھے، انہیں بھی اپنی دامادی کا شرف بخشا، یعنی ایک بیٹی علی الرضاؒ کو دی اور ایک ان کے فرزند محمد الجوادؒ کو۔

ایک دو مثالوں ہی نہیں بلکہ صدہا واقعات سے ثابت ہے کہ کسی ایک عہد میں نہیں بلکہ ہر عہد میں زندقہ و الحاد پر لوگوں کو سخت ترین سزائیں دی گئیں۔ صحابہ کرام پر طعن کرنے والوں کی زبانیں گدی سے کھینچ لی گئیں (طبری: بذیل عنوان المتوکل علی اللہ) کہ ایک شخص حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ، حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کی جناب میں گستاخیاں کیا کرتا تھا اور توبہ سے اس نے انکار کردیا تو اسے بھی مذکورہ بالا سزا دی گئی تھی۔ اسی طرح اور بہت سے واقعات ہیں جن میں کچھ صحیح ہیں اور کچھ زنادقہ کے وضع کردہ۔ یہاں تو دیکھنا یہ ہے کہ ان صنادید بنی ہاشم اور اولاد علیؓ و فاطمہؓ کے خلاف نہ کبھی عقائد کی بنا پر عدالتیں بٹھائی گئیں نہ ان کی تکفیر کے فتاویٰ مرتب ہوئے، نہ ان کی توہین و تضلیل کی گئی اور نہ کبھی ان کی رفعت مکانی پر حرف آیا کیا یہ اس کا بیّن ثبوت نہیں کہ صحیح النسب سادات فاطمیہ ان تمام عقائد باطلہ سے پاک و منزہ تھے جو ان کے نام سے پھیلائے گئے ہیں۔ ورنہ پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ خلفائے عباسیہ سب سیاست و تدبر سے نابلد اور اپنے فرائض کی طرف سے بے پرواہ تھے اور ساری امت ایسی ہی بے غیرت و حمیت دینی سے عاری تھی کہ اتباع کو زندقہ و الحاد کے جرم میں سزائیں ملتیں اور ان

خلاف جہاد کیا گیا، مگر متبوع کو صاف چھوڑ دیا بلکہ اتنا بھی نہ پوچھا کہ فلاں زندیق نے تمہاری "امامت" کی جو صفات بیان کی ہیں وہ تمہاری بیان کردہ ہیں یا خود اس کی وضع کردہ۔

خلفائے اسلام اور امت مسلمہ ان بزرگوں کو مکروہ عقائد و اعمال میں ملوث کیسے سمجھ سکتی تھی جب کہ سب جانتے تھے کہ ان حضرات کی زندگانی کا مدار کتاب و سنت اور اتباع سلف الصالحین پر ہے اور یہ سب کے سب تقویٰ و عدالت اور صدق و صفا میں ممتاز مقام رکھتے ہیں، نیز یہ کہ اہل کذب و تعدد نے ان کی طرف جو باتیں منسوب کی ہیں وہ خود انہیں کی مخترعات ہیں۔ ان صحیح النسب سادات فاطمیہ کو نہ ان باتوں سے کوئی تعلق ہے اور نہ ان کے کہنے والوں سے ان حضرات میں سے کسی نے نہ کبھی "امام معصوم" ہونے کا دعویٰ کیا نہ امامت کے مدعی ہوتے اور نہ اپنے زمانوں میں امام کہلائے۔

قدماء کی تالیفات میں خواہ تاریخ کی ہوں یا انساب کی کہیں بھی ان بزرگواروں کے ناموں کے ساتھ "امامؑ" کا لفظ تحریر نہیں ہے۔ خود حضرت علی بن الحسین (زین العابدین) کے صاحبزادے اور جناب محمد (الباقر) کے بھائی عمر بن علی بن الحسین سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھرانے میں کوئی ایسا شخص ہوا ہے جو "مفترضة طاعته" ہو یعنی جس کی اطاعت فرض و واجب ہو۔

فقال، لا، واللہ! ما ھذا فینا من قال ھذا فھو اکذاب۔ (کتاب نسب قریش)	انہوں نے کہا نہیں قسم بخدا ہم میں ایسا کوئی نہیں ہوا اور جس نے ایسا کہا وہ جھوٹا ہے

مجوسی ایران کا جذبۂ کینہ و انتقام

عرب فاتحین کے خلاف مجوسی ایرانیوں کے دلوں میں کینہ و انتقام کا جذبہ قوامی وقت سے موجزن تھا جب سے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے عہد مبارک میں ایران فتح ہوا تھا۔ "اساس تشیع در ایران" کے ذیلی عنوان سے "تجلیات روح ایرانی در ادوار تاریخی[1]" کے مصنف۔ حسین کاظم زادہ۔ فرماتے ہیں:۔

[1] اس کتاب کے اقتباسات مجلہ معارف شمارہ ۳ جلد ۱۶ سے نقل کئے گئے ہیں۔

از عقب که ایران بر دست سعد
ابن ابی وقاص از طرف خلیفه دوم فتح واستیلا
گردید ایرانیان کینه وحس انتقام در دل
خود می پروراندند واین حس کینه وانتقام در
مواقع عدیده خود نمائی می کرد واز پرده برون
می افتاد تا آن که تاسیس فرقه تشیع بکلی
ظاہر گشت اسباب وقوف واطلاع بخوبی
ادراک وقبول می کنند که اساس ظہور تشیع
علاوه بر مسائل اعتقادی واختلاف نظری و
نقلی یک مسئله سیاسی نیز بود۔

جس دن سے کہ سعد بن ابی وقاص نے خلیفہ دوم کی جانب سے ایران کو فتح کیا اور اس پر غلبہ پایا ایرانی اپنے دلوں کے اندر کینہ وانتقام کا جذبہ پالتے رہے۔ کینہ وانتقام کا یہ جذبہ متعدد مواقع پر ظاہر ہوتا اور پردہ سے باہر آتا رہا یہاں تک کہ فرقہ شیعہ کی بنیاد پڑ جانے سے پورے طور پر اظہار اس کا ہو گیا۔ صاحبان واقفیت واطلاع اس بات کو بخوبی جانتے اور مانتے ہیں کہ شیعیت کی بنیاد وظہور میں اعتقادی مسائل اور نظری ونقلی اختلافات کے علاوہ ایک سیاسی مسئلہ بھی داخل تھا۔

وہ سیاسی مسئلہ کیا تھا اس کو بھی اپنی مصنف کے الفاظ میں سن لیجئے فرماتے ہیں:۔

ایرانیان استیلائے مملکت خود از
طرف اعراب بادیہ نشین ونہب وغارت
خزائن این کشور باستان وقتل ہزاران نفوس
بے گناہ از طرف مشتے عربہا پابرہنہ ہرگز نمی
توانستند قبول وعفو وفراموش کنند۔

ایرانی ہرگز اس بات کو نہ کبھی بھول سکتے تھے نہ معاف کر سکتے اور نہ قبول کر سکتے تھے کہ مٹھی بھر ننگے پیر پھرنے والے عربوں نے جو جنگل و صحرا کے رہنے والے تھے ان کی مملکت پر تسلط کر لیا، اس قدیم ملک کے خزانوں کو لوٹ کر غارت کر دیا اور ہزاروں بے گناہ آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔

عرب فاتحین کو "بادیہ نشین" و "پابرہنہ" کا جو طعنہ مصنف مذکور نے مندرجہ بالا فقرے میں دیا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نامہائے مبارک سلاطین عالم کو تبلیغ اسلام کی خاطر بھیجے تھے ایک شاہ ایران کو بھی بھیجا تھا، اس مغرور بادشاہ پرویز نے اس کو چاک کر دیا، گستاخانہ کلمات زبان پر لایا اور باذان کو جو یمن میں اس کا عامل تھا لکھا تھا کہ "محمد کو گرفتار کر کے دربار میں لائے" اس گستاخی کا بدلہ تو اسی زمانہ میں اسے مل گیا تھا کہ اسی کے بیٹے نے اس کا خاتمہ کر دیا تھا۔ غازیان اسلام کے

پیش نظر "کشور باستان" کے خزانوں کی لوٹ کھسوٹ نہیں تھی اور نہ "تخت کیان" کے حصول کی آرزو جیسا تقیضا یہ مجوسی کہتے تھے۔

ز شیر شتر خوردن و سوسمار ؏ عرب را بجائے رسیدست کار
کہ تخت کیان را کنند آرزو ؏ تفو بر تو اے چرخ گردان تفو

بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ کا جذبہ صادق تھا اور فرمان ایزدی هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ کی تعمیل تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں تو صرف خیبر و یمن کے یہود و نصاریٰ ہی پر اسلام نے غلبہ پایا تھا، آپ کے بعد آپ کے خلفاء حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نیز حضرت معاویہؓ و امیر یزیدؒ و دیگر اموی خلفاء اور چند ابتدائی خلفائے بنی عباسؒ کی جہادی سرگرمیوں کی بدولت اس فرمان خداوندی کی تعمیل بمصداق اتم پوری ہوئی اور ادیان عالم پر جن کی پشت پناہی شاہ ایران وقیصر روم کی سیاسی قوتیں کر رہی تھیں، اسلام نے تفوق و غلبہ حاصل کیا۔ اس میں حضرت علیؓ اصحاب کی اولاد کا مطلق کوئی حصہ نہ تھا، مجوسی ایران کا حضرت عمر فاروق اعظم سے عداوت و نفرت کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ رضائے کرکی نے اپنے اشعار میں تو اس کا صاف اظہار کر دیا ہے۔

بشکست عمرؓ پشت ہژبران عجم را ؏ برباد فنا داد رگ و ریشۂ جم را
این عربدہ بر غصب خلافت ز علیؓ نیست ؏ باآل عمرؓ کینہ قدیم است عجم را

ایران میں شیعیت کی بنیاد پڑنے کے سلسلہ میں مصنف مذکور نے خلیفہ دوم و سوم حضرت عمرؓ و عثمانؓ سے ایرانیوں کے دلوں میں "آتش غضب و کینہ" بھڑک اٹھنے اور حضرت علیؓ اصحاب کی اولاد سے ان کی "ازدیاد محبت" کی یہ دو سبب بتاتے ہیں۔

(۱) حضرت عمرؓ نے مدائن وغیرہ کے مفتوح ہزاروں ایرانیوں کو لونڈی غلام بنا لیا حضرت علیؓ اور حسینؓ نے اپنے اپنے حصہ میں آئے ہوئے قیدیوں کو آزاد کر دیا اصحاب کی دیکھا دیکھی اور لوگوں نے بھی، چنانچہ اس طرح تمام ایرانی قیدی آزاد ہو گئے "بہ این وسیلہ امر منتہی بہ آزاد شدن تمام اسیرہا گردید"

(۲) ایک ایرانی فیروز نامی نے جسے ابو لولو بھی کہتے تھے حضرت عمرؓ کو قتل کر دیا تھا۔ عبید اللہ بن عمرؓ نے محض اس شبہ پر ہرمزان ایرانی کو جو خوزستان کا سابق والی اور اتحد

زادگان وصاحب افسران ایران ؒ تھا، مع ایک اور شخص کے قتل کر دیا تھا، کیونکہ فیروز قاتل عمرؓ ان کے پاس آتا جاتا تھا۔ عثمانؓ نے سیاست کو عدالت پر ترجیح دے کر اور خوں بہا اپنے پاس سے ادا کر کے عبید اللہ کو آزاد کر دیا، حالانکہ حضرت علیؓ نے عبید اللہ کو قصاص میں قتل کر دینے کا مشورہ دیا تھا۔ چنانچہ مصنف مذکور فرماتے ہیں کہ :۔

اس معاملہ نے ایرانیوں کے دلوں میں عمرؓ و عثمانؓ کے خلاف غصہ اور کینہ کی آگ کو اور بھڑ کا دیا اور حضرت علیؓ امیرالمومنین کے ساتھ ان کی محبت کو اور زیادہ کر دیا۔ ایرانی جو اپنے بادشاہ وسرپرست سے محروم ہو گئے تھے۔ اس لئے حضرت علیؓ کو اپنے حامی و پدر مہربانی کی نظر سے دیکھنے اور ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں اپنے اخلاص و محبت کا اظہار کرتے لگے۔

این مسئلہ آتش غضب و کینہ در دل ایرانیان لنسبت بعمرؓ و عثمانؓ مشتعل در ساخت و محبت آنان درحق حضرت علی امیر المومنین بیافزود۔ انان رفتہ ایرانیان کہ از پادشاہ وسرپرست محروم ماندہ بودند بحضرت علیؓ بانظر حامی و پدر مہربان نگرستیند و اخلاص خود درحق او و فرزندان او اظہار می کردند

... ...

تاریخ کے زاویہ نظر سے واقعات کو پرکھا جائے تو مصنف کے بیان کی پوری تکذیب ہو جاتی ہے حضرت عمرؓ نے نہ ایرانی قیدیوں کو لونڈی غلام بنایا اور نہ سخت برتاؤ کیا۔ ایران کے ایک مقام اہواز کے باشندوں نے بغاوت کی تھی جن کا حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے قلع قمع کر کے ہزاروں آدمیوں کو لونڈی غلام کی حیثیت میں لشکریوں کو تقسیم کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ کو جب اطلاع ہوئی انہوں نے لکھ بھیجا کہ سب رہا کر دئے جائیں، چنانچہ وہ سب چھوڑ دئے گئے (الفاروق ص۱۲۹ ج۲) ایرانیوں کا پایہ تخت مدائن جب فتح ہوا اس کا ایک متنفس بھی قیدی نہ بنایا گیا، سب نے جزیہ دینا اور ذمی کی حیثیت سے رہنا قبول کیا وہ بدستور اپنے اپنے گھروں اور املاک پر قابض و متصرف رہے۔[1] (طبری ج۴ ص۱۱۳ و محاضرات تاریخ الامم اسلامی ص۲۸ ج۲)

---

[1] جلولا کی جنگ میں مال غنیمت کے علاوہ غلام اور لڑکیاں مسلمان لشکریوں کے ہاتھ آئیں۔ ان میں ایرانیوں کے اعلیٰ خاندانوں کی لڑکیاں بھی تھیں جن سے بعد میں اولادیں ہوئیں حضرت عمرؓ ان سبایا الجلولیات کی اولاد کی فتنہ پردازیوں سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت علیؓ کے ایام میں کابل یا نیشاپور

حضرت عثمانؓ کی معدلت گستری کا یہ واقعہ عدل و نصفت شعاری کی تاریخ میں اعلیٰ مقام رکھتا ہے کہ آپ نے زمام خلافت ہاتھ میں لینے کے بعد ہی عبید اللہ بن عمرؓ کے قضیہ کا یہ عادلانہ و منصفانہ فیصلہ کیا تھا کہ ہرمزان مقتول کے قصاص میں جو بظاہر مسلمان تھا، عبید اللہ اس کے قاتل کو ہرمزان کے بیٹے اور ولی الدم قبا ذان کے ہاتھ میں دیدیا کہ اپنے باپ کے قتل کا بدلا لے لو۔ قباذان سچے مسلمان تھے اور اپنے باپ کی سازش سے واقف بھی تھے۔ انہوں نے عبید اللہ کو اللہ واسطے چھوڑ دیا "فترکہ للہ" علامہ طبری نے اس روایت کو جداگانہ عنوان قائم کر کے لکھا ہے (طبری ج۵ ص۴۳ و ۴۴) اور جو روایت اپنے مال سے دیت ادا کر کے عبید اللہ کو چھوڑ دینے کی درج کی ہے وہ بلا سند ہے، اگر عجمی پروپگنڈے کی یہ سحر کاری ہے کہ بے سند روایت اس درجہ مشتہر کی گئی کہ بعض "محققین" حضرت عثمانؓ جیسے خلیفہ راشد کی عدالت گستری پر حرف لانے کے لئے اسی کو قبول کر لیتے ہیں۔ خصوصاً مصری عالم ڈاکٹر طہٰ حسین!

قصہ شہر بانو

پایہ تخت مدائن کے قیدیوں کے بارے میں مصنف نے یہ سب کچھ تو اس غلط قصہ کی تمہید کے طور سے لکھا ہے کہ "آخرین پادشاہ ساسانی یزدگرد کی دختر شہر بانو ایرانی قیدیوں کے ساتھ عمر بن الخطابؓ کے سامنے پیش ہوئی، انہوں نے اسے بھی دوسرے قیدیوں کے ساتھ بازار میں فروخت کئے جانے کا حکم دے دیا حضرت علیؓ مانع آئے اور کہا کہ یہ پادشاہ زادگان و نجباء کو ننگے سر بازار میں لے جانا خلاف ادب ہے، بالآخر شہر بانو حضرت حسین فرزند علیؓ کے حصہ میں آ گئی۔ پھر فرماتے ہیں کہ :۔

ازان جہت خاندان حضرت علی در نظر ایرانیان ہم از نژاد ساسانی نسب داشت و ہم حیث خویشی با رسول خدا (صلعم) صاحب شرافت و امتیاز مخصوص بود، بدین سبب تنہا این خاندان می توانست بطور مشروع جا

اسی سبب سے خاندان حضرت علی ایرانیوں کی نظر میں اصل نسل کے اعتبار سے ساسانی نسب رکھتا تھا اور رسول خدا (صلعم) سے رشتہ کی بنا پر شرافت اور امتیاز سے بھی مخصوص تھا، تنہا اسی سبب سے یہ خاندان

(حاشیہ سلسلہ صفحہ گزشتہ) سے کسریٰ کے خاندان کی کوئی خاتون بنت بامان گرفتار ہو کر آئی تھی آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حسنؓ کے بارے میں اس سے کہا کہ نکاح کرے اس نے انکار کیا اور ایران کے ایک رعیدار کی زوجیت قبول کی (اخبار الطوال ص۱۶۴)

تخت وتاج کیانی بشنو نیز ہمین نکتہ است کہ علی زین العابدین فرزند ارجمند امام حسین سا کہ از شہربانو بود فخر العرب والعجم می گفتند چہ از طرف پدر بہ بزرگ ترین عرب کہ پیغمبر اکرم (صلعم) بود می رسید و از طرف مادر بہ نجیب ترین سلاطین روئے زمین یعنی پادشاہان عجم منتہی می گردید۔

جائز طور پر تخت وتاج کیانی کا مالک ہو سکتا ہے۔ نیز اسی بنا پر علی زین العابدین کو جو امام حسین کے فرزند ارجمند شہربانو کے بطن سے تھے فخر العرب والعجم کہتے تھے۔ کیونکہ باپ کی طرف سے ان کا سلسلہ نسب (بزرگ ترین عرب یعنی پیغمبر اکرم (صلعم) سے ملتا ہے اور ماں کی طرف سے روئے زمین کے نجیب ترین سلاطین یعنی عجم کے بادشاہوں پر منتہی ہوتا ہے۔

مستند ترین کتب تاریخ وانساب کی مندرجہ ذیل تصریحات اور خود یزدگرد کے حالات و واقعات سے اس قصہ کی پوری تکذیب ہوتی ہے یعنی :۔

(۱) یزدگرد بن شہریار ساسانی نسل کا آخری بادشاہ تھا۔ وہ ۱۳ھ میں تخت نشین ہوا اس وقت اس کی عمر ۱۶ برس کی تھی۔ وھو یومئذ غلام ابن ست عشرۃ سنۃ (اخبار الطوال صفحہ ۱۳۵) یعنی وہ اس وقت ۱۶ سالہ لڑکا تھا۔ گبن نے ۱۵ سال عمر بتائی ہے[1]۔ یزدگرد حضرت عمرؓ کی خلافت کے پہلے سال میں تخت نشین ہوا تھا۔

---

[1] ابو حنیفہ الدینوری نے اخبار الطوال میں شاہان ایران کے حالات بہت تفصیل سے لکھے ہیں۔ وہ یزدگرد کی عمر صرف سولہ سال کی بتاتے ہیں۔ بعض مورخین نے اس سے زیادہ عمر لکھی ہے لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ شیرویہ بن پرویز نے اپنے پندرہ بھائیوں کو قتل کر ڈالا تھا پھر وہ بھی قتل ہوا اور اس کا بیٹا اردشیر بھی۔ دیا لوگوں نے ایک اور نوجوان کو جس کا نام جوان شیر تھا تخت پر بٹھایا مگر وہ ایک سال میں مر گیا۔ اب سوائے یزدگرد کے جو لودھیا کی ایک نائن کے بطن سے تھا اور بہت صغیر السن تھا ساسانی نسل میں کوئی باقی نہ رہا تھا اس لئے پوران دخت شہزادی کو اس شرط سے تخت نشین کیا گیا کہ یزدگرد جب سن شعور کو پہنچ جائے تو تخت وتاج کا مالک ہو۔ چنانچہ سولہ سال کی عمر میں وہ پوران دخت کے بعد تخت نشین ہوا اور پوران دخت کا خاتمہ خلافت فاروقی کے شروع ایام میں ہوا تھا۔

(۲) یزدگرد کی تخت نشینی کے صرف دو سال بعد جب اس کی عمر ۱۸ برس کی تھی، قادسیہ کی مشہور جنگ کے نتیجہ میں اس کا پایہ تخت مدائن حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کے ہاتھ پر فتح ہو گیا یزدگرد اسلامی فوج کی چڑھائی کی خبر سنتے ہی اپنا پایہ تخت چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور مع اپنے اہل وعیال کے حلوان چلا گیا :۔

ومضی الی حلوان معہ وجوہ اساورتہ وحمل معہ بیت مالہ وخف متاعہ وخزانتہ والنساء والذراری۔

(کتاب فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۲۷۰)

وہ (یزدگرد) حلوان کی جانب چلا گیا اس کے ساتھ سربرآوردہ اساورہ بھی تھے وہ اپنے ساتھ اپنا بیت المال اور سبک بار متاع اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی لے گیا۔

اخبار الطوال کے بیان سے بھی اس کی تائید مزید ہوتی ہے، یزدگرد کے پایہ تخت مدائن سے حلوان چلے جانے کے سلسلہ میں وہ لکھتے ہیں کہ :۔

ثم تحمل حرمہ وحشمہ وخاصۃ اھل بیتہ حتی اتی حلوان فنزلھا۔ (صفحہ ۱۳۳)

پھر وہ (یزدگرد) اپنی بیویوں، خادموں اور اپنے خاص اہل خاندان کو ساتھ لے کر حلوان پہنچا اور وہاں اتر پڑا۔

اسلامی لشکر نے جب ادھر کا رخ کیا وہ مع اپنے اہل وعیال کے خانقان اور قم و قاشان کو بھاگتا پھرا۔

نقل بحرمہ وحشمہ وما کان معہ من اموالہ وخزانتہ حتی نزل قم وقاشان۔ (ایضاً صفحہ ۱۳۶)

پھر وہ (یزدگرد) اپنی بیویوں وخادموں اور اپنے ساتھیوں اور اپنے اموال اور خزانوں کو ساتھ لیتا گیا اور قم وقاشان میں جا ٹھیرا۔

غرضیکہ اسی طرح ایک مقام سے دوسرے مقام کو مع اپنے اہل وعیال، بیوی بچوں کے بھاگتا رہا بالآخر ۲۹ھ میں خراسان پہنچا اور وہاں سے مرو جہاں ۳۰ھ میں بعہد خلافت عثمانی اس کا خاتمہ ہو گیا۔

(۳) مندرجہ بالا تصریحات سے ثابت ہے کہ یزدگرد کے اہل وعیال بیوی بچوں پر اسلامی لشکر نے کبھی قابو نہیں پایا تھا۔ علامہ شبلی نے اس وضعی حکایت کے بارے میں کہ یزدگرد

کی تین بیٹیاں مدائن کی فتح کے بعد گرفتار ہو کر مدینہ آئیں حضرت عمرؓ نے عام لونڈیوں کی طرح بازار میں ان کے بیچنے کا حکم دیا لیکن حضرت علیؓ نے منع کیا کہ شاہی خاندان کے ساتھ ایسا سلوک جائز نہیں حضرت علیؓ نے خود ان کو اپنے اہتمام میں لیا، ایک حضرت حسینؓ کو ایک محمد بن ابی بکر کو ایک حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو عنایت کی انہوں نے اپنی مشہور تالیف الفاروق (حصہ دویم ص۱۶۲) میں لکھا ہے کہ:۔

اس غلط قصہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمخشری نے جس کو فن تاریخ سے کچھ واسطہ نہیں ربیع الابرار میں اس کو لکھا اور ابن خلکان نے امام زین العابدین کے حال میں یہ روایت اس کے حوالے سے نقل کر دی لیکن یہ محض غلط ہے اولاً تو زمخشری کے سوا طبری، ابن الاثیر، یعقوبی، بلاذری، ابن قتیبہ وغیرہ کسی نے اس واقعہ کو نہیں لکھا اور زمخشری کا فن تاریخ میں جو پایہ ہے وہ ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ تاریخی قرائن اس کے بالکل خلاف ہیں۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں یزدگرد اور خاندان شاہی پر مسلمانوں کو مطلق قابو نہیں حاصل ہوا۔ مدائن کے معرکہ میں یزدگرد مع تمام اہل وعیال کے دارالسلطنت سے نکلا اور حلوان پہنچا۔ جب مسلمان حلوان پر بڑھے تو وہ اصفہان بھاگ گیا پھر کرمان وغیرہ ٹکراتا پھرا، مرو میں پہنچ کر ۳۰ھ میں جو حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ ہے مارا گیا۔ اس کی آل اولاد اگر گرفتار ہوئے ہوں گے تو اسی وقت گرفتار ہوتے ہوں گے[1] عجم کو

[1] یزدگرد نے اپنی زندگی میں بعض اہالیان ملک کو بطور سفیر بھیجکر ملک چین کے بادشاہ سے مدد طلب کی تھی مگر ناکام رہا تھا ۳۰ھ میں اس کے مرجانے کے بعد اس کا بیٹا فیروز سیم کے لقب سے اس کا جانشین ہوا۔ چین کے بادشاہ نے اس کو شاہ ایران کی حیثیت سے تسلیم کیا مگر فوجی امداد نہ کی تخارستان کے حکمران نے کچھ امداد کی تھی ۵۵ھ میں جو امیر یزیدؓ کی ولیعہدی کا زمانہ ہے فیروز شاہ چین کے پاس گیا تھا، اس کی خاطر تواضع بھی کی گئی اور ایرانی معبد گاہ بنانے کی بھی اجازت دی گئی۔ چینی فیروز کو پیلوسہ PI-LU-SSEH کہتے تھے اس کے مرجانے پر اس کا بیٹا نرسی جس کو چینی NI-NIE SHEH کہتے تھے جانشین ہوا۔ وہ تخارستان چلا گیا۔ سجستان کے سرحدی مقام زرنج کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنالیا عربوں کے حملہ کی تاب نہ لاکر ۸۰ھ میں چین لوٹ آیا اور بیماری سے مرگیا ۱۰۰ھ تک جو بنی امیہ کا عہد ہے یزدگرد کی نسل کا کچھ حال معلوم ہوتا ہے اس کے بعد سے پتہ نہیں چلتا کہ اس نسل کا کیا ہوا، البتہ

شبہ ہے کہ زمخشری کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ یزدگرد کا قتل کس عہد میں واقع ہوا۔"

(۴) حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں اور خاص کر مدائن کے معرکے میں قیدیوں میں یزدگرد کی تین بیٹیوں کا گرفتار ہو کر آنا اور حضرت حسینؓ و حضرت عبداللہ بن عمرؓ و محمد بن ابی بکرؓ کو ان کا دیا جانا محض لغو اور مہمل ہے۔ اولاً یہ کہ جب ان لڑکیوں کے باپ کی عمر ہی اٹھارہ بیس برس کی تھی تو اس کے کوئی اولاد اگر ہو گی بھی تو طفل شیر خوار ہو گی۔ پھر حضرت حسینؓ و محمد بن ابی بکرؓ بھی اس زمانہ میں نابالغ لڑکے تھے۔ اول الذکر کی عمر گیارہ بارہ برس کی تھی اور محمد بن ابی بکرؓ کی کوئی پانچ برس کی۔ تو کیا شیر خوار بچیوں کو نابالغ لڑکوں سے بیاہ دیا گیا تھا!

(۵) یہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اس غلط قصہ کو مشتہر کیا ہے ان سے ڈھائی تین صدی پہلے کے مورخین صراحتاً بیان کرتے ہیں کہ جناب علی بن الحسین (زین العابدین) کی والدہ ماجدہ سندھیہ خاتون تھیں۔ ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ جناب زین العابدینؓ کے حالات میں لکھتے ہیں:۔

ویقال ان امہ سندیۃ یقال لھا سلافہ ویقال غزالۃ خلف علیھا بعد الحسین زبید مولی الحسین بن علی فولدت لہ عبداللہ بن زبید فھو اخو علی بن الحسین لامہ وسوی علی بن	کہتے ہیں کہ ان کی (زین العابدینؓ کی) ماں سندھن تھیں جن کو سلافہ یا غزالہ کہتے تھے (حضرت) حسینؓ کے بعد وہ حسین بن علیؓ کے غلام زبید کے نکاح میں آئیں ان سے عبداللہ بن زبید تھے جو علی بن الحسین (زین العابدینؓ) کے مادری بھائی

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) امیر قتیبہ بن مسلم نے جب اموی عہد میں ان اطراف میں چڑھائی کی ہے تو اس خاندان کی دو لڑکیاں گرفتار ہوئیں جو یزدگرد کے بیٹے فیروز کی بیٹیاں بتائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک شاہ آفرید بنت فیروز بن یزدگرد اموی خلیفہ الولید بن عبدالملکؒ کے حرم میں داخل ہوئی، جس کے بطن سے یزید بن الولید بن عبدالملکؒ پیدا ہوئے ان کا یہ قول مشہور ہے ؎

انا ابن کسریٰ وابی مروان ۔۔۔ وقیصر جدی وجدی خاقان

کہتے ہیں کہ اس خاتون کی ماں بنت قیصر تھی اور اس کی ماں بنت خاقان۔ دوسری لڑکی ایک اور خلیفہ کو دیدی گئی۔

محمد عن عثمان بن عثمان قال تزوج علی بن الحسین امه من مولاه واعتق جاریة له وتزوجها فکتب الیه عبد الملک یعیره بذلک فکتب له علی قد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة قد اعتق رسول اللہ صلعم صفیة بنت حیی وتزوجها واعتق زید بن حارثة وزوجه ابنة عمته زینب بنت جحش۔

(المعارف ص۹۴)

تھے، علی بن محمد عثمان بن عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ علی بن الحسین نے اپنی والدہ کو اپنے غلام کے عقد میں دے دیا اور ایک کنیز کو آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے آئے۔ عبد الملک نے ان کو خط لکھا جس میں اس کے متعلق ان کو غیرت دلائی تھی اس کے جواب میں علی بن الحسین نے لکھا کہ تمہارے لئے بہترین مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی ہے آپ نے صفیہ بنت حییؓ کو آزاد کر کے اس سے نکاح کیا تھا اور اپنے غلام زید بن حارثؓ کو آزاد کر کے اپنی پھوپی کی بیٹی زینب بنت جحش کو ان کے نکاح میں دیدیا تھا۔

.. ..

تقریباً یہی واقعہ مورخ طبری متوفی ۳۱۰ھ نے دو جگہ لکھا ہے۔ حضرت حسینؓ کی اولاد کے ذکر میں ان کے ان صاحبزادے علی الاصغر (زین العابدینؒ) کی اولاد کے بارے میں لکھا ہے کہ:۔

(۱) وعلی الاصغر امه ام ولد قال علی بن محمد کانت تدعی سلافة ویقال ان اسمها جیدا۔

(طبری ج۳ ص۱۹)

(علی اصغر (زین العابدین) کی ماں کنیز تھیں۔ علی بن محمد کہتے ہیں کہ انہیں سلافہ کہتے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام جیدا تھا۔

.. .. ..

(۲) علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب وامه غزالة ام ولد خلف علیها بعد حسین زبید مولی الحسین فولدت له عبد اللہ بن زبید وھو اخو علی بن الحسین۔

(طبری ج۳ ص۸۸)

علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؓ ان کی ماں غزالہ کنیز تھیں (حضرت) حسین کے بعد ان کے غلام زبید کے نکاح میں آئیں اور عبد اللہ بن زبید ان سے پیدا ہوئے جو علی بن الحسین کے مادری بھائی تھے۔

.. ..

جناب علی بن الحسین (زین العابدینؒ) نے صحیح فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے اسوۂ حسنہ سے غلام اور غیر غلام کا امتیاز مٹا دیا تھا آپ کے موذن حضرت بلالؓ نسباً حبشی تھے اور غلام بھی، انہوں نے جب مدینہ میں اپنا نکاح کرنا چاہا تو بڑی بڑی ناک والے قریشی بھی انکار نہ کر سکے۔ علامہ شبلیؒ نے اس واقعہ کو منظوم کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

بارگاہ نبوی کے جو موذن تھے بلالؓ | کر چکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر
جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں | جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر
میں غلام حبشی اور حبشی زادہ بھی ہوں | یہ بھی سچ ہے کہ مرے پاس نہیں دولت و زر
ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے | ہے کوئی جس کو نہ ہو میری قرابت سے حذر

گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ دل سے منظور
جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر

اب دیکھئے نسب پرستوں نے پہلے تو یہ روایت وضع کی کہ جناب علی بن الحسینؒ کی والدہ ماجدہ شاہ ایران کی دختر تھیں پھر ان کے عقد ثانی کو چھپانے کے لئے کبھی تو یہ کہا ہے کہ کربلا میں موجود ہی نہ تھیں، اپنے فرزند کی ولادت کے بعد ہی فوت ہو گئی تھیں، کبھی یہ بیان کیا ہے کہ دریائے فرات میں ڈوب کر مر گئیں فانها القت نفسها فی الفرات (کتاب مناقب ابن شہر آشوب) کبھی یہ داستان سرائی کی ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر رے کی طرف چلی گئیں۔ مولف "مجاہد اعظم" اس قصہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

ان ہی غلط موضوع اور بے بنیاد روایات میں یہ قصہ بھی نہایت مشہور ہے کہ حضرت کی شہادت کے بعد جب آپ کا گھوڑا خیمہ پر آیا تو جناب شہربانو سوار ہو کر رے کی طرف چلی گئیں۔ راستہ میں ان کا بھائی شہریار جو کمک کے واسطے لشکر لئے ہوئے آرہا تھا بہن سے ملا اور اس وجہ سے کہ واقعات شہادت ہو چکے تھے بہن کو اپنے ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔ (ص۲۴۳)

چنانچہ ان ہی بے بنیاد قصوں میں یہ مہمل روایت بھی ہے جو "تاریخ ادبیات ایران" کے قابل مولف پروفیسر براؤن نے "تعزیہ غائب شدن شہربانو" کے تحت لکھی ہے اور بیان کیا ہے کہ ایران کی مجلسوں میں اس کا ڈرامہ ہوتا ہے، یہ روایت منظوم ہے جس میں شاہ ایران کی اس مصنوعی دختر شہربانو کی زبانی کہا گیا ہے کہ میں بادشاہ یزدگرد کی بیٹی نوشیروان کی نسل

سے ہوں اپنے باپ کے محل (مدائن) میں ایک رات سو رہی تھی کہ فاطمہ[1] زہرا خواب میں آئیں اور مجھ سے کہنے لگیں کہ میں حسین سے تیرا نکاح کروں گی میں نے کہا یہ بات محال ہے حسین تو مدینہ میں ہیں اور میں یہاں مدائن میں ہوں۔ حضرت زہرا نے کہا:۔

توہی گردی اسیر و بے قرینہ | برندت از مدائن در مدینہ
بفر زندم حسین پیوند سازی | مرا از نسل خود خورسند سازی
زنسلت نہ امام آید بدوران | کہ بنود مثل شان در دار دوران

اس کے آگے کے چند شعر پروفیسر براؤن نے اس ریمارک کے ساتھ درج کئے ہیں کہ ان سے اس عداوت ونفرت کا اظہار ہوتا ہے جو (حضرت) عمرؓ سے ایرانیوں کو ہے ان اشعار میں حضرت علیؓ کے منہ سے خلیفہ وقت و امیر المومنین حضرت عمرؓ کی شان میں نہایت مکروہ کلمات کہلوائے ہیں اور وہ بھی اس وضعی و بے بنیاد روایت پر کہ مدائن کے ایرانی اسیروں کو بازار میں فروخت کرانا مناسب نہیں۔ اب ٹیپ کا بند سنئے جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت حسینؓ نے شہر بانو کو وصیت کی تھی کہ میرے بعد تم "آل اطہار" میں نہ رہنا کہیں چلی جانا ورنہ قید ہو کر سر عریاں بازاروں میں گشت کرائی جاؤ گی، چنانچہ حضرت فاطمہؓ کی خدمت میں شہر بانو کے منہ سے یہ بھی کہلوایا گیا ہے کہ:۔

حسین کردہ وصیت برمن زار | کہ نانم در میان آل اطہار
اگر مانم اسیر و خوار گردم | برہنہ سر بہر بازار گردم
تو ئی چون ہستی امام شہریارم | بدست تست مادر اختیارم

حضرت فاطمہؓ نے کیا ہدایت کی یہ نہیں بتایا گیا۔ "مجاہد اعظم" کے شیعہ مولف نے اس جعلی روایت کے بارے میں بجا طور سے یہ ریمارک کیا ہے کہ:۔

"شہر بانو کے ساتھ اس حکم کی کوئی خصوصیت بھی نہیں پائی جاتی حضرت نے اپنی دوسری ازواج لیلیٰ و رباب (مام اسحٰق) کو ایسا حکم کیوں نہیں دیا بالخصوص رباب (مادر سکینہ۔ م) کو جن سے آپ سب سے زیادہ مانوس تھے (صفحہ ۲۷۳)"

---

[1] ایک غیر ملک وقوم کی مجوسی بادشاہ کی بیٹی کا خواب میں پیغمبر اسلام کی صاحبزادی کو دیکھ کر ان سے ہم کلام ہونا کیا عجائبات عالم میں کچھ کم حیثیت رکھتا ہے۔

مولف موصوف مزید غور فرماتے تو یہ حقیقت بھی منکشف ہو جاتی کہ شہر بانو نام کی کوئی خاتون جو شاہ ایران کی دختر ہوں نہ حضرت حسینؓ کی زوجیت میں تھیں اور نہ کربلا سے ان کی کوئی زوجہ اس طرح غائب ہوئیں اور نہ یزدگرد کا کوئی بیٹا شہریار نام تھا اور نہ اس کے قبضہ میں کسی علاقے کی حکومت تھی اور نہ سپاہ و لشکر اور نہ وہ کوئی فوج لے کر حضرت حسینؓ کی مدد کو کربلا آرہا تھا یہ سب جعلی حکایتیں طبع زاد ہیں۔

ایک اور شیعہ مورخ ونساب جو نسباً حسنی اور مولداً کرمانی ہیں یعنی مولف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب شہر بانو کے قصہ کے بارے میں مختلف اقوال پر محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

وقد منع اکثر من النسابین والمورخین وقالوا ان بنتی یزدجرد کانتا معہ حین ذھب الی خراسان وقیل ان ام زین العابدینؑ من غیر ولد وقتی اغنی اللہ تعالیٰ علی بن الحسینؑ بما حصل لہ من ولادۃ رسول اللہ ؐ عن ولادۃ یزدجرد بن شہریار المجوسی المولود من غیر عقد علی ماجاوت بہ التواریخ والعرب لا تحل للعجم فضیلۃ وان کانوا ملوکا۔ (صفحہ ۱۸۱)

اکثر نسابین و مورخین نے اس سے انکار کیا ہے (کہ والدہ زین العابدین بنت یزدگرد تھیں) اور کہتے ہیں کہ یزدگرد جب خراسان کو گیا ہے اس کی دو بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ زین العابدین کی والدہ اس کی اولاد سے نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے علی بن الحسین کو رسول اللہ کی اولاد میں ہونے کی فضیلت کے مقابلہ میں اس بات سے مستغنی رکھا کہ یزدگرد بن شہریار مجوسی کی اولاد میں ہوں جو بے نکاحی عورت سے پیدا ہوا تھا جیسا کہ کتب تاریخ میں مذکور ہے اور اہل عرب اہل عجم کی فضیلت کو خواہ وہ بادشاہ ہوں کسی شمار میں نہ لاتے تھے۔

بہر حال یہ قصہ سیاسی ضرورت سے گھڑا گیا تھا، جیسا کہ خود مصنف "تجلیات ریح ایرانیہ" فرماتے ہیں کہ:۔

محبت مخصوص کہ ابتدائے اسلام ایرانیان نسبت بخاندان رسول (صلعم) وحضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب واولاد ایشاں رسانیدند غیر از اسباب معلومہ یک علت

خاندان رسول (صلعم) اور حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد کے ساتھ ایرانیوں نے جو مخصوص محبت ابتدائے اسلام سے بہم پہنچائی وہ اسباب معلومہ کے

سیاسی نیز داشت ورنہ ہمہ قبائل عرب و پیشوایان اسلام برائے ایرانیان یکے بود باہیچ کدام خویشی و روابط مخصوص پیش از وقت نداشتند۔

علاوہ ایک سیاسی ضرورت بھی تھی ورنہ تمام عربی قبیلے اور پیشوایان اسلام ایرانیوں کے نزدیک یکساں تھے ان میں سے کسی سے رشتہ و مخصوص روابط اس سے پہلے وہ نہ رکھتے تھے۔

(معارف شمارہ ۲ ج ۲ ص ۱۸۱)

اسی سیاسی ضرورت کی تشریح کرتے ہوئے مصنف مذکور فرماتے ہیں کہ ایرانیوں کا ہمیشہ سے یہ اعتقاد رہا ہے کہ ساسانی خاندان ہی ایران پر حکومت کرنے کا جائز حقدار ہے

چنانکہ بعضے از کتب غیبت از جاماسپ نامہ نقل کردہ اند کہ پس از اسلام سلطنت ایران بہ یکے از آل قباد منتہی می گردند و شیعیان اثنا عشری این یک فقرہ ز آل قباد را امام غائب دوازدہم خود می دانند کہ از طرف شہر بانو از آل قباد است۔

چنانچہ بعض کتب غیبت میں جاماسپ نامہ سے منقول ہے کہ اسلام کے (تسلط کے) بعد آل قباد میں سے کسی کو سلطنت (ایران) پہنچے گی اور اثنا عشری شیعہ آل قباد سے اپنے بارھویں امام غائب مراد لیتے ہیں جو شہر بانو کی طرف سے آل قباد میں سے ہیں۔

.. ..

(ایضاً ص ۱۹۰)

پروفیسر براؤن نے جو طہران میں عرصہ تک مقیم رہے تھے بتایا ہے کہ شہر سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی ہے جو بی بی شہر بانو سے منسوب ہو کر "بی بی" کہلاتی ہے کسی مرد کے نجس قدم تو اس پہاڑی پر نہیں جا سکتے عورتیں ہی جاتی ہیں اور امام غائب کی جناب میں جو ایرانیوں کے اعتقاد میں شہر بانو کی نسل سے ہیں حاجت روائی کی التجائیں کرتی ہیں، غرضیکہ ایرانی اثنا عشریہ کے ہاں امام غائب (مہدی) جو آخری بادشاہ ساسانی نسل کی دختر کی نسل میں ہیں جس سیاسی ضرورت سے قرار دیا گیا وہ ایرانی و مجوسی دعویداران "مہدویت" کے حالات سے ظاہر ہے جو پچھلے اوراق میں پیش کئے گئے ہیں، خصوصاً عبید اللہ بن میمون القداح کے احوال اور اس کے فاطمی نسب کے ادعا سے۔ ورنہ اس قصہ کی کوئی تاریخی حیثیت نہیں ہے۔

فاطمیت کا ادعا

قرامطہ و اسماعیلیہ کے بیشتر لیڈر جیسا گذشتہ اوراق میں بیان ہوا ہے ایرانی مجوسی تھے، ان میں سے متعدد نے اپنے

کو "مہدی" کہا اور فاطمی نسب کا دعویٰ کیا، یحیی بن زکرویہ بن مہرویہ نے جس کا ذکر قرامطہ کے سلسلہ میں گزر چکا ہے، اپنے کو محمد بن عبد اللہ بن اسماعیل بن جعفر (الصادق) بتایا چنانچہ وہ اور اس کے متبعین فاطمی کہلانے لگے۔ وسموا بالفاطمیین (البدایہ ج ۱۱ ص ۹۶) اظہار نسب کے لئے فاطمیت کی یہ اصطلاح انہی اشخاص نے اختیار کی جن کا کوئی نسبی تعلق علیؓ و فاطمہؓ کی اولاد سے نہ تھا۔ یحیی بن زکرویہ نے چند سال تک عراق و حجاز و شام میں فتنہ و فساد مچایا، حاجیوں کو لوٹا اور کثیر تعداد میں قتل کیا، بالآخر ۲۹۴ھ میں مع اپنی جماعت کے لشکر خلافت کے ہاتھوں قتل ہوا، چند اور مدعیان مہدویت بھی وقتاً فوقتاً ظہور کرتے اور کیفر کردار کو پہنچتے رہے۔ عبید اللہ بن میمون القداح اور اس کے اخلاف نے جیسا ذکر ہو چکا مغربی افریقہ کے بربری قبیلوں کی مدد سے فوجی قوت پیدا کر لی تھی ان کا سیاسی اقتدار عرصہ دراز تک مصر میں باقی رہا۔ ان کے نسبی دعوے کے بارے میں علامہ ابن حزم جو ان کے ہمعصر تھے لکھتے ہیں کہ:۔

ان بنی عبید ولاۃ مصر الآن قد ادعوا فی اول امرھم الی عبد اللہ ابن جعفر بن محمد (بن علی بن الحسین) فلما صح عندھم ان عبد اللہ ھذا لم یعقب الا ابنۃ واحدۃ ترکوہ وانتموا الی اسماعیل بن جعفر بن محمد۔

عبید اللہ بن میمون القداح کی اولاد جو اب تک مصر کے حکمران ہیں، انہوں نے اول اول تو اپنے کو جعفر (الصادق) بن محمد (الباقر) کے فرزند عبد اللہ سے منسوب کیا، جب ان کو اس بات کی صحت ہو گئی کہ ان عبد اللہ کے سوائے ایک بیٹی کے کوئی عقب نہ تھا، انہوں نے پھر اسمٰعیل بن جعفر بن محمد سے اپنے کو منسوب کر دیا۔

(جمہرۃ الانساب ص ۵۳)

اسی کے ساتھ علامہ ابن حزمؒ نے لکھا ہے کہ عبیدین نے ایک مرتبہ تو یہ دعویٰ کیا کہ وہ حسین بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر (الصادق) کی اولاد سے ہیں، پھر کہا کہ ابو الحسن البغیض بن جعفر بن محمد بن اسمٰعیل مذکور کے بھائی کی اولاد سے ہیں یہ لکھ کر وہ فرماتے ہیں:۔

وکل ھذا دعوی مفتضحۃ لان محمد بن اسمٰعیل بن جعفر لم یکن لہ قط ولد اسمہ الحسین وھذا

یہ کل دعویٰ شرمناک ہے کیونکہ محمد بن اسمٰعیل بن جعفر کے کوئی بیٹا حسین نام کا تھا ہی نہیں یہ تو کھلا جھوٹ ہے کیونکہ یہ سلسلہ نسب

كذب فاحش ولان مثل هذا النسب لا يخفى على من له ادنى علم بالنسب (ص ۵۴)

ایسا ہے کہ جس کسی کو انساب کا کچھ بھی علم ہوگا اس پر یہ مخفی نہیں رہ سکتا۔

جناب جعفر (الصادقؒ) کے جن سے عبیدین نے اپنے کو منسوب کیا تھا سات بیٹے تھے جن میں بڑے عبداللہ تھے، ان ہی کے نام سے ان کے والد کی کنیت ابو عبداللہ تھی ان کے بعد اسماعیل پھر موسیٰ و محمد و اسحٰق و علی و عباس۔ عبداللہ و اسماعیل اور ان کی بہن ام فروہ یہ تینوں فاطمہ بنت حسین بن حسن بن علی بن ابی طالب کے بطن سے حقیقی بھائی بہن تھے۔ باقی پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں کنیزوں سے تھے۔ بڑے بیٹے عبداللہ اپنے والد ماجد کو زیادہ محبوب تھے، ان سے نسل ذکور نہیں چلی، ان کی بیٹی فاطمہ جو علیہ بنت الحسین بن زید بن علی زین العابدین کے بطن سے تھیں امیر المومنین ابو جعفر المنصورؒ کے بھائی موسیٰ بن محمد کے پر پوتے عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ مذکور کو بیاہی گئیں (جمہرۃ ابن حزم ص۳۶) ان عبداللہ کے چھوٹے بھائی اسمٰعیل کا انتقال جو اسماعیل الاعرج (لنگڑے) کہلاتے تھے (عمدۃ الطالب ص۲۲۳) اپنے والد کی حیات میں ۱۳۳ھ میں ہو گیا تھا۔ ان کے دو بیٹے تھے ایک محمد جو کنیز کے بطن سے تھے اور دوسرے علی جن کی والدہ ام ابراہیم بنت ابراہیم بن ہشام مخزومیہ تھیں (جمہرۃ الانساب ابن حزم) یہ دونوں بھائی اور خاص کر محمد اپنے چچا موسیٰ بن جعفر یعنی اثنا عشریہ کے ساتویں امام موسیٰ الکاظمؒ کے سخت خلاف تھے۔ مولف عمدۃ الطالب لکھتے ہیں:۔

وقال ابن جداع كان موسى الكاظم يخاف ابن اخيه محمد بن اسمٰعيل ويبره وهو لا يترك السعي به الى السلطان من بني العباس۔ (ص۲۲۳)

اور ابن جداع نے کہا ہے کہ موسی الکاظم اپنے بھتیجے محمد بن اسمٰعیل سے خوف کھاتے اور ان سے کنارہ کش رہتے تھے وہ بنی عباس کے سلطان (خلیفہ) سے ان کی مخبری کرنا نہ چھوڑتے تھے۔

امیر المؤمنین مہدی باللہ عباسیؒ (۱۵۸-۱۶۹ھ) کو موسیٰ بن جعفر (الصادقؒ) کے بارے میں جب یہ اطلاعات پہنچیں کہ وہ انقلاب حکومت کے درپے ہیں انہیں بغداد طلب کیا گیا انہوں نے صفائی پیش کر کے امیر المؤمنین کو مطمئن کیا تو پھر مدینہ واپس جانے کی اجازت دی گئی اور تین ہزار دینار کا گرانقدر عطیہ بھی مرحمت ہوا، اس کے چند سال بعد جب امیر المؤمنین

ہارون الرشیدؒ سریر آرائے خلافت ہوئے تو بقول مولف عمدۃ الطالب ان کا (موسی الکاظم کا) اعزاز و اکرام کیا گیا۔

ولما ولي هارون الرشيد الخلافة اكرمه وعظمه۔ (ص۲۲۳)

جب ہارون الرشید خلافت پر فائز ہوئے انہوں نے (موسی الکاظم) کا اعزاز و اکرام کیا۔

لیکن ۱۷۳ھ میں جب امیر المومنین ادائے حج و زیارت روضہ رسول مقبولؐ کے لئے حرمین شریفین تشریف لے گئے موسیٰ الکاظم کے بھتیجے محمد بن اسماعیل بن جعفر (الصادق) نے ان سے اپنے چچا کی مخبری کردی اور ان کے سب سازش بھی خلیفہ کو بتلا دئے۔

وقال ابو نصر البخاري كان محمد بن اسمٰعيل بن الصادق مع عمه موسى الكاظم يكتب له السر الى شيعته في الآفاق فلما ورد الرشيد الحجاز سعى محمد بن اسمٰعيل بعمه الى الرشيد فقال ما علمت ان في الارض خليفتين يجبى اليهما الخراج فقال الرشيد ويلك انا ومن؟ قال موسى بن جعفر واظهر اسراره فقبض الرشيد على موسى الكاظم وحبسه وكان سبب هلاكه وحظي محمد بن اسمٰعيل عند الرشيد وخرج معه الى العراق ومات ببغداد ودعى موسى بن جعفر بدعاء استجاب به الله تعالى فيه وفي اولاده (ص۲۲۳)

ابو نصر بخاری نے کہا کہ محمد بن اسمٰعیل بن الصادقؒ اپنے چچا موسی الکاظم کی خفیہ تحریرات ان کے پاس لکھا کرتے تھے جو باہر مقامات کے اپنے طرفداروں کو بھیجتے تھے جب (ہارون) الرشید حجاز آئے محمد بن اسمٰعیل نے اپنے چچا کی مخبری ان سے کردی اور کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ دنیا میں کتنے خلیفہ ہیں جن کے پاس خراج کی رقم آتی ہے (ہارون) الرشید نے کہا کہ تمہارا برا ہو میرے سوا اور کون ہے (محمد نے) کہا کہ یہ موسیٰ بن جعفر ہیں اور ان کے سب راز خلیفہ پر ظاہر کردئے (ہارون) الرشید نے موسی الکاظم کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور یہ سبب ان کی ہلاکت کا ہوا۔ محمد بن اسمٰعیل (ہارون) الرشید کے یہاں خوش نصیب رہے اور ان ہی کے ساتھ عراق چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے موسیٰ بن جعفر نے ان کو اور ان کی اولاد کو بددعا دی جو اللہ تعالیٰ کے یہاں مستجاب ہوئی۔

[1] شیعہ مورخ و نسابہ نے اس سلسلہ میں یہ بھی لکھا کہ قید کی حالت میں زہر دیا گیا تھا مگر واقعات سے

ان محمد بن اسمٰعیل کا انتقال اپنے والد کی وفات سے تقریباً نصف صدی بعد ۱۹۸ھ میں بغداد میں ہوگیا تھا، ان میں اور عبداللہ میمون القداح متوفی ۲۶۱ھ کے زمانوں میں تقریباً اسی سال کا فرق ہے، لہٰذا اس کا یہ ادعا کہ وہی محمد بن اسمٰعیل ہے محض بے بنیاد اور بقول علامہ ابن حزم شرمناک دعویٰ تھا، مولف عمدۃ الطالب نے بھی یہ ریمارک کیا ہے کہ پہلے تو اس نے کہا کہ میں ہی محمد بن اسمٰعیل بن الصادق ہوں، مگر اس کا زمانہ اس دعوے کا متحمل نہیں ہوسکتا (ص۲۳۴) محمد مذکور کے دو بیٹے جعفر اور اسمٰعیل تھے جو کنیز کے بطن سے تھے، ان سے نسل باقی رہی۔ محمد مذکور کے دوسرے بھائی علی بن اسماعیل بھی اپنے چچا جناب موسیٰ الکاظم کی کارروائیوں کی اطلاعیں خلیفہ کو پہنچاتے رہتے تھے انہیں بھی حکومت نے بغداد میں ان کے چچا پر نگراں مقرر کردیا تھا (جمہرۃ النساب ابن حزم ص۵۳) آخرالذکر کی نسل سے کچھ لوگ مصر میں بھی متوطن ہوگئے تھے۔ مگر ان دونوں بھائیوں اور ان کی اولاد کا کوئی نسبی تعلق عبیدی فاطمیوں سے نہ تھا۔ صحیح النسب فاطمیوں میں سے بیسیوں اشخاص نے عباسی خلفاء کے خلاف خروج کئے بعض نے اپنی حکومتیں بھی قایم کرلیں مگر ان میں سے کسی کے نسب کی تیج یا انکار نہیں کیا گیا۔ عبیدیوں کے اس ادعائے کاذبہ کا انکار نہ صرف عباسیوں کی جانب سے ہوا بلکہ خود صحیح النسب فاطمیوں اور اندلس کے امویوں اور افریقہ کے ادریسیوں نے بھی کیا جن کی تفصیلات کتب تاریخ میں مندرج ہیں۔ مقریزی کا تعلق چونکہ عبیدی فاطمین سے تھا اس نے اور علامہ ابن خلدون نے البتہ ان کے دعوے کی تصدیق کی ہے، مگر کوئی قوی دلیل پیش نہ کرسکے۔ عبیدین کے زمانہ میں متعدد خاندان صحیح النسب فاطمیوں کے مصر میں اقامت گزین تھے منجملہ ان کے ابوجعفر مسلم بن عبیداللہ بن طاہر تھے جو جناب علی بن الحسین (زین العابدینؓ) کے فرزند حسین الاصغر کے احفاد میں سے تھے اور المعز عبیدی کے یہاں ذی مرتبت بھی تھے۔ مولف عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب نے یہ دلچسپ واقعہ لکھا ہے کہ

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے اس الزام کی تردید ہوتی ہے۔ جناب موسیٰ الکاظم کو سیاسی وجوہ سے بغداد لاکر نگرانی میں رکھا گیا تھا اور حکومت کی جانب سے ان کے آرام و آسائش کا ایسا انتظام تھا کہ اس مدت حراست میں ان کے دس بارہ اولادیں بھی ہوئیں ان کے کل ساٹھ اولادیں تھیں، ۳۷ بیٹیاں اور ۲۳ بیٹے جو سب کنیزوں کے بطن سے تھے۔ ان کے کئی بیٹوں نے حکومت کے خلاف خروج بھی کئے جن کے تذکرے پچھلے اوراق میں درج ہیں۔

کسی نے یہ منظوم رقعہ المعز عبیدی کے محل میں اس کے منبر پر رکھ دیا جس کا مضمون تھا کہ اگر تم اصلاً اور نسباً آل ابی طالب سے ہو تو بنی طاہر میں سے کسی کے یہاں رشتہ کرو تو لوگ جان لیں گے تم ان کے ہم کفو ہو۔ محمد بن عبیداللہ بن میمون القداح کی ماں کا نام خوزیہ تھا آخری شعر میں اسی کا اشارہ ہے وہ رقعہ یہ تھا:

ان کنت من آل ابی طالب ؛ فاخطب الی بعض بنی طاهر
فان رآک القوم کفوا لهم ؛ فی باطن الامر و فی الظاهر
فامر من خالف خوزیة ؛ بعض منها البطن بالاخر

رقعہ پڑھ کر المعز اتنا متاثر ہوا کہ ابوجعفر مسلم کے یہاں پیام دیدیا مگر انہوں نے منظور نہ کیا، ان کے انکار پر اس نے انہیں قید میں ڈال دیا اور ان کی اموال ضبط کرلئے، کہتے ہیں کہ وہ قید خانہ سے بھاگ کر حجاز چلے آئے جہاں ان کے ہم جد متوطن تھے، ہمارے برصغیر ہند میں محمد علی ابناء اسمٰعیل بن جعفر (الصادقؒ) کی نسل سے بعض قدیم و حامل آثار خاندان ہیں، مثلاً خاندان حضرت اشرف جہانگیر سمنانی جن کا سلسلہ نسب ۱۷ واسطوں سے محمد بن اسمٰعیل سے متصل ہوتا ہے، با ایں طریق حضرت اشرف جہانگیر بن ابراہیم بن عماد الدین بن نور بخش بن ظہیر الدین بن تاج الدین بن علی بن محمد بن کمال الدین بن مبارزالدین بن جمال الدین بن عبداللہ بن حسین بن احمد بن حمزہ بن علی الاکبر بن موسیٰ بن اسماعیل ثانی بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر الصادق۔ اسی طرح ابوجعفر امیر ماہ بہرائچی کا سلسلہ نسب علی بن اسمٰعیل بن جعفر الصادقؒ تک۔ بچند واسطہ منتہی ہوتا ہے۔ ان خاندانوں کا کوئی واسطہ و تعلق عبیدیوں سے یا ان کے داعیوں سے جو وقتاً فوقتاً برصغیر ہند میں اپنی دعوت کے سلسلے میں آتے رہے مطلق نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ یہ سب صحیح النسب فاطمی اپنے عقائد و اعمال میں سلف صالحین کے متبع تھے۔

نام نہاد "دعوت فاطمیہ" کی خصوصیات

لاکھوں مسلم علماء و فقہاء و فضلاء و امراء و عوام اور حاجیوں کے قتل کے علاوہ جیسا مورخین نے لکھا ہے وقتلوا من المسلمین خلقا واحما لا یحصیهم الا الله (البدایہ ج۱۱ ص۲۶۷) جنہیں محض اس لئے قتل کیا گیا کہ وہ دین اسلام پر مستقیم تھے اور علاوہ اس بہتان تراشی کے جس کے ذریعہ اعیان اسلام کو طرح طرح بدنام کیا گیا اور علاوہ اس تحریف و تلبیس کے جو شریعت اسلامیہ کو مسخ کرنے کے لئے ان لوگوں نے باقاعدہ اور منظم طریقہ پر کی حسب